

باب اوّل

- (الف) تحریک آزادی کا پس منظر
- (ب) مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور برصغیر کی سیاسی تحریکات
- (ج) مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور برصغیر کی تحریکات باطلہ
- القادیانیت، دیوبندیت اور وہابیت
- (د) علامہ اقبال اور تحریک خلافت
- (ه) سانحہ ارتحال اور اثرات ۱۹۳۱ء ، اور اس کے متعلقات

باب اول

(الف) تحریک آزادی کا پس منظر

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی

قیامِ پاکستان کی تاریخ بہت قدیم ہے جیسا کہ میں اپنے مقالہ کے مقدمہ میں ذکر کر چکا ہوں چونکہ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلویؒ نے ۱۸۵۷ء میں انگریزوں، ہندوؤں، سکھوں کے مظالم جو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ڈھائے تھے اپنے بزرگوں سے سُن رکھا تھا اور ان کے آنکھوں کے سامنے بھی بہت سارے مظالم روار کھے گئے جو آگے چل کر تحریکِ پاکستان کے سبب بنے۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلویؒ اگرچہ ۱۹۲۱ء میں دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن جو اصول متعین کیے تھے اُن کے خلفاء و تلامذہ اور محبین و معتقدین تک یہ بات بڑے دلیل کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ سترھویں صدی کے نصف تک انگریز برصغیر میں مختلف سازشوں میں مصروف رہے اور اپنے اقتدار کو بڑھانے کی کوششوں میں لگے رہے۔ جنگِ آزادی نے انگریزوں کے اقتدار اور سازشوں پر کاری ضرب لگائی۔ انگریز اس جنگ کو غدر یعنی بغاوت کا نام دیتے ہیں۔ لیکن سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ انگریز جنہوں نے برصغیر کے باشندوں کی سلطنت پر قبضہ کیا، عوام کو اپنا غلام بنا کر رکھا اور مختلف سازشوں میں مصروف رہے۔ جب عوام ان کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے ہی وطن سے فرنگیوں کو باہر نکالنے کی کوشش کی تو یہ بغاوت کیسے ہو گئی؟

یہ بات بالکل صحیح ہے کہ برصغیر کے باشندے اپنی گرفت کو مضبوط کرنے اور تقاضائے وقت کو مد نظر رکھتے ہوئے انگریزوں کی سازشوں کو کچلنے کے لیے ایک قوت ہو کر سامنے آئے۔ اس جنگ میں علماء حق اپنی

جان کی پرواہ کیے بغیر فرنگیوں کے سامنے دیوار بن گئے اور عام لوگوں کی صرف نگرانی اور رہنمائی ہی نہیں کی بلکہ ان کے شانہ بشانہ اس جنگ کو جہاد سمجھ کر اس میں حصہ لیا۔

برصغیر پر انگریزوں کی حکومت مسلمانوں میں عام مقبولیت حاصل نہیں کر سکتی تھی کیونکہ مسلمانوں نے اپنے سیاسی اقتدار کے اس شعور کو بیدار رکھا کہ وہ تاریخ میں حکمرانوں اور سلطنت کے معماروں کا کردار ادا کر چکے ہیں ایک غیور قوم کے لیے یہ بہت دشوار ہوتا ہے کہ وہ اپنی غلامی پر قانع ہو جائے انگریز ان جذبات سے باخبر تھے۔ (۱)

برطانوی فرنگیوں نے ابتداء میں ہندوستان میں تجارت ہی کے مقصد سے آئے انہیں جنوبی ایشیاء کا علاقہ کاروباری لحاظ سے بہتر محسوس ہوا۔ چنانچہ انہوں نے یہاں کارخ کیا۔ شروع شروع میں انگریز نے مغلیہ سلطنت کو شکایت کا کوئی موقع نہیں دیا لیکن قدم جمانے کے بعد انگریزوں نے مغل جہازوں پر قبضہ کر لیا تو عالمگیر (المتوفی ۱۷۰۷ء) نے انگریزوں سے جنگ کی اور انگریزوں کو شکست دی۔ (۲)

لیکن اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد سلطنت مغلیہ کا زوال تیزی کے ساتھ شروع ہوا۔ سلطنت مغلیہ کے اس زوال کے اسباب تاریخ کے مختلف اوراق میں گم ہیں۔ مغلیہ سلطنت کے زوال اور آپس میں خانہ جنگی کی وجہ سے انگریزوں کی نیت بدل گئی اور وہ سازشوں میں مصروف ہو گئے تاکہ برصغیر پر قبضہ کر سکیں۔ میر جعفر اور میر صادق جیسے غداروں کی موجودگی میں انہیں کوئی خطرہ نہ تھا۔ پلاسی اور میسور کی جنگوں میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ان کے اقتدار کو وسعت ملتی گئی۔ ان کامیابیوں کا سہرا انگریزوں کے سر باندھنا سراسر نا انصافی ہوگی غداروں نے حق نمک خوب ادا کیا سندھ اور پنجاب کے علاقے پر قبضہ کرنے کے بعد ان کا اقتدار مضبوط ہو گیا اور پورا علاقہ ان کے قبضے میں آ گیا۔ انگریزوں کے خلاف جنگ یا بغاوت کرنے کے لیے مسلمانوں کو صرف یہ ایک سبب کافی تھا کہ انگریزوں نے بد عہدی، سازش اور فریب سے ہندوستان پر قبضہ کیا اور ان کو حکومت، آزادی اور اختیار سے محروم کر دیا۔ (۳)

(۱) براعظم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی۔ کراچی ۱۹۹۹ء۔ ص: ۲۷۲

(۲) سلطنت دہلی کا نظام حکومت/ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی۔ کراچی ۱۹۸۸ء

(۳) پاکستان ناگزیر تھا/ سید حسن ریاض۔ کراچی ۱۹۹۲ء۔ ص: ۲۲

جنگِ آزادی کا ارادہ راتوں رات مجاہدین نے نہیں کیا بلکہ اس کی کئی وجوہات تھیں جو اس جنگ کا باعث بنیں۔ ان میں مذہبی اور سیاسی حوالے سے جنگ کے اہم اسباب قابل ذکر ہیں۔ جن پر مؤرخین بالتفصیل بحث کی ہے یہاں موضوع کی مناسبت سے جنگِ آزادی کے وجوہات کو مختصراً لکھا ہے۔

مذہبی معاملات میں مداخلت

قدم جمانے کے بعد انگریزوں نے مذہبی معاملات میں بے جا مداخلت کا سلسلہ شروع کیا۔ ”ایسٹ انڈیا کمپنی کی ابتدائی حکومت میں مذہبی گفتگو کم تھی بعد میں بہت بڑھی۔“ (۱) انگریزوں کا منصوبہ تھا کہ برصغیر کے تمام باشندوں کو عیسائیت کی طرف راغب کر دیا جائے اپنے منصوبے کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے ایسے اقدامات شروع کیے جو مسلمانوں اور ہندوؤں کے لیے قابل قبول نہ تھا۔ برصغیر کا دستور تھا کہ مسجد اور مندر، عبادت گاہوں کے ساتھ ساتھ تعلیم گاہیں بھی تھیں۔ انگریزوں نے محکمہ اوقاف اور تعلیم اپنے ہاتھوں میں لے کر مذہبی مضامین خارج کیے اور مشینری اسکول کھولے گئے، مشینری اسکول شہروں اور دیہات میں کثرت سے کھولے گئے اور انگریز حکام ترغیب دیتے تھے کہ لوگ اپنے بچوں کو ان میں بھیجیں۔ مذہبی کتابوں میں امتحان ہوتا تھا اور کم عمر بچوں سے اس قسم کے سوالات کیے جاتے تھے تمہارا خدا کون ہے تمہیں نجات دلانے والا کون ہے؟ اور بچے عیسائی مذہب کے موافق ان سوالات کا جواب دیتے تھے اس پر ان کو انعام ملتا تھا۔“ (۲)

برصغیر کے باشندوں کا خیال تھا کہ انگریز یہاں پر تجارت کی غرض سے آئے تھے اور اب ہماری جاگیر اور مذہبی معاملات پر قبضہ کرنے کے بعد نہ صرف ہمیں غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا ہے بلکہ ہمارے مذہب کو تبدیل کرنے کی بھی کوشش شروع کر دی ہے جو ناقابل قبول ہے۔

(۱) پاکستان ناگزیر تھا/سید حسن ریاض۔ کراچی۔ ۱۹۹۲ء۔ ص: ۲۴

(۲) اسباب بغاوت ہند/سر سید احمد خان۔ کراچی۔ ۱۹۵۷ء۔ ص: ۲۴

سمجھ دار لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ان مکتبوں میں چوں کہ صرف اُردو میں تعلیم ہوتی ہے اس لیے بچے دین کو بھول جائیں گے اور اس کے بعد عیسائیت کی تعلیم قبول کرنا آسان ہو جائے گا۔ (۱)

اس وقت جتنے بھی مشنری اسکول تھے ان سب میں عیسائی اساتذہ کو رکھا گیا جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ طالب علموں کو عیسائیت کی طرف راغب کیا جائے۔

حکام پادریوں اور مشن کی مدد کرتے تھے۔ ان کے وعظ میں شرکت کے لیے سرکاری ملازمین کو مجبور کیا جاتا تھا اور مشنری کام کے لیے روپیہ مہیا کرتی تھی۔ (۲) انگریزوں کے قابض ہونے کے بعد بڑی تعداد میں عیسائی پادریوں نے برصغیر کا رخ کیا۔ انہیں سرکاری سرپرستی حاصل ہوتی۔ پادری شہروں اور دیہاتوں میں جلسے کرتے اور اس کے لیے لوگوں کو مجبور کیا جاتا کہ ان جلسوں میں شریک ہوں انہیں پولیس اور فوج کی بھرپور مدد حاصل ہوتی۔ ان پادریوں کی موضوع بحث صرف عیسائیت کی تبلیغ ہی نہ ہوتا بلکہ زیادہ تر وقت دوسرے مذاہب پر تنقید کرنے میں صرف ہوتا عوام حکمرانوں کے خوف سے ان پادریوں کو کچھ نہ کہتے لیکن ظاہر ہے ان کے دل انگریزوں کے خلاف ہو گئے اور جب آزادی کی تحریک شروع ہوئی تو عوام نے اس کا بھرپور ساتھ دیا۔ یہ بات بھی بالکل صحیح ہے کہ اپنی فتح کے لیے اور برصغیر کے باشندوں کو اپنی گرفت میں لینے کے لیے انگریزوں نے کئی قوانین ایسے نافذ کیے جو مذہبی احکامات کی خلاف ورزی تصور کیے جاتے ہیں۔ مثلاً حکومت نے داڑھی رکھنے اور پگڑی باندھنے کی کسی سپاہی کو اجازت نہ دی تھی اس طرح ایک قانون کے تحت سستی کی رسم کو جرم قرار دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ فوج میں ایسے احکامات نافذ کیے جن کے لیے فوج تیار نہ تھی۔

اکثر و بیشتر مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی تاجروں کے روپ میں رہن ثابت ہوئی، انگریزوں نے بحیثیت تجارت برصغیر میں بمقام بمبئی (ممبئی)، مدارس اور بنگال کے ساحلوں پر اپنا کاروبار شروع کیا۔ مسلم حکمرانوں نے اپنی روایتی رواداری اور فراخ دلی کے ساتھ ان تاجروں کے لیے تجارتی

مراعات منظور کیں۔ بعد میں انگریزوں نے اہل ہند کے آپس کے عدم تعاون سے فائدہ اٹھاتے ہوئے برصغیر کی سیاست میں آہستہ آہستہ داخل ہو کر ملک پر اپنا قبضہ جمالیا۔ (۱)

انگریزوں نے بنگال میں اپنے قدم مضبوط کیے اور مختلف سازشوں میں مصروف عمل رہے۔ دھوکہ دہی، مکر و فریب اور بدعہدی سے مختلف علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ انگریزوں کی کوشش یہ بھی تھی کہ مسلمانوں کو کم زور کیا جائے تاکہ وہ خطرناک بننے کی قوت حاصل نہ کر سکیں۔ ٹیپو سلطان المتوفی ۱۷۹۹ء (۲) کی شہادت کے بعد ان کے لیے آسانیاں ہوئیں اور دھار یا ست کا ایک حصہ چھین لیا۔ کرناٹک کے نواب کو بے دخل کیا سورت کے مسلمان نواب کو رخصت کیا نظام حیدر آباد کو ڈرا دھمکا کر اس کی جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ انگریزوں نے اپنے زیر اثر علاقوں میں توسیع کرنے کے لیے کسی قانون اور اصول کے پاس کا خیال نہیں رکھا۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ عوام کے دلوں میں ان کے لیے نفرت اور بیزاری کے جذبات پیدا ہونے شروع ہو گئے اور پھر انگریزوں اور مسلمانوں کے تعلقات روز بروز زیادہ خراب ہوتے چلے گئے انگریز اس خاموش جنگ کو جاری رکھنے کی استطاعت رکھتے تھے کیونکہ وہ اب قوت حاصل کر کے اچھی طرح محفوظ حکمران بن گئے تھے۔ (۳)

انگریزوں نے یہ محسوس کیا کہ ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ مزید علاقے ہضم کر سکتے ہیں۔ جن علاقوں پر انگریزوں نے قبضہ کیا وہاں از سر نو تحقیقات کی گئی اور جاگیروں پر قبضہ کیا گیا۔ جس سے جاگیرداروں کے سیاسی اور معاشرتی وقار کو دھچکا لگا ”دوسری طرف ہندو“ اس وجہ سے ناراض تھے کہ ان کے ریاستوں پر بھی قبضہ کرنے کے لیے ان ہندوؤں والیان ملک کو جن کے اولاد نرینہ نہ ہو، اس حق سے محروم کرنے کی پالیسی اختیار کر لی۔ انگریز اس پالیسی کے تحت ہندوؤں کے چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر قبضہ پہلے ہی سے کر چکے تھے۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ جنگ کے وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انگریزوں نے برصغیر کو معاشی طور پر

(۱) برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار/ ڈاکٹر ایچ بی خان۔ اسلام آباد۔ ص: ۵۴

(۲) ایضاً

(۳) بر اعظم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ/ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی۔ کراچی

بالکل کنگال کر دیا تھا۔ انگریز کو اپنی تجوریاں بھرنے کی بھی فکر تھی۔ ذیل میں چند اقتباسات درج کر رہا ہوں۔ جن سے یہ معلوم ہوگا کہ ہنگامہ سنہ ۱۸۵۷ء کے کیا اسباب تھے۔

انگریزوں نے شروع ہی سے مغل بادشاہوں سے کئی مراعات حاصل کیں یہ وہ زمانہ تھا کہ جب ”اکبر، جہانگیر، شاہجہان اور عالمگیر کا زمانہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا انتہائی عروج پر تھا۔ برصغیر کے ہر گوشے میں مغلوں کا حکم جاری تھا“ (۱) ان کا حال محصولات سے مستثنیٰ ہوتا۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انگریزوں نے نجی تجارت شروع کر دی کیونکہ مقامی باشندوں کو پورا محصول دینا پڑتا اس لیے وہ انگریزوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور آہستہ آہستہ ان کے کاروبار ختم ہو گئے جس سے عام لوگوں پر بھی اثر پڑا بے روزگاری میں اضافہ ہوا۔ انگریزوں کی اجارہ داری کی وجہ سے اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہوا۔

فوج کو اپنی تنخواہوں اور شرائط ملازمت کے متعلق شکایتیں تھیں۔ جن میں سے ایک بڑی شکایت یہ تھی کہ ان کو ہندوستان سے باہر خدمت کرنے پر مجبور کیا جا رہا تھا۔ (۲) جب کہ اعلیٰ سول اور فوجی عہدے انگریزوں کے لیے مخصوص تھے وہ ملازمین جو انگریز کرنا پسند نہ کریں وہ ہندوؤں کو دی جاتی لیکن مسلمان اس سے بھی محروم تھے اور بعد میں مسلمانوں کے لیے فوج میں بھرتی کے دروازے بالکل بند کر دیئے گئے اور دفتری زبان انگریزی بنادی گئی۔ وہ تمام لوگ جو سرکاری ملازمت میں تھے لیکن انگریزی نہیں جانتے تھے برطرف کر دیئے گئے۔ ان میں زیادہ اکثریت مسلمانوں کی تھی یہ بھی ایک وجہ تھی کہ سرکاری ملازمت سے محرومی سے عوام میں نفرت کے جذبات پیدا ہوئے اور وہ فرنگیوں کے خلاف ہو گئے۔

ابتداء میں انگریزوں نے عدالتوں کا وہی نظام جاری کر رکھا تھا جو مغلوں کے زمانے میں رائج تھا بادشاہ نے دیوانی کی جو منظوری دی تھی یہ اس شرائط کا حصہ تھا۔ انگریزوں کی قوت میں ترقی کے ساتھ یہ نظام بھی بدل گیا جس کے نتیجے میں بہت سے مسلمان بے روزگار ہو گئے۔ (۳)

(۱) پاکستان ناگزیر تھا/سید حسن ریاض۔ کراچی۔ ۱۹۹۲ء۔ ص: ۱۵

(۲) پاکستان ناگزیر تھا/سید حسن ریاض۔ کراچی۔ ۱۹۹۲ء۔ ص: ۱۶

(۳) برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ۔ اشتیاق حسین قریشی کراچی۔ ص: ۲۷۹

انگریزوں کی پالیسیوں کی وجہ سے بے روزگاری عام ہوتی گئی سرکاری ملازمت حاصل کرنا ناممکن بنا دیا گیا۔ زرعی اصلاحات کے نام پر ایسے قوانین رائج کیے گئے جس کی وجہ سے اپنی فصل سے محروم ہو کر رہ گئے اور کھیتی باڑی کا پیشہ بد حالی کا شکار ہو گیا۔ انگریزی سرکار نے کسانوں پر لگان اتنا زیادہ لگا دیا جس کا ادا کرنا کسانوں کے بس میں نہ تھا انگریز سرکار ان سے خون پسینے کی کمائی لگان کے نام پر حاصل کرتی اور اپنی عیاشی میں صرف کر دیتی۔ جب کہ اس لگان کی رقم سے ملک میں ترقی کا کام کرنے کے لیے حاصل کیا گیا تھا اور بنگال میں تو مسلمانوں کے پاس جو زمین تھیں وہ ہندو زمینداروں کو دے دی گئی۔ اس طرح کی صورتحال سے مسلمانوں کے دلوں میں انگریزی سرکار سے نفرت کے جذبات پروان چڑھے۔ (۱)

مندرجہ بالا وجوہات کی وجہ سے مسلمانانِ برصغیر کے دل و دماغ میں جذبہ حب الوطنی اور آزادی کی شمع نے جگہ لی جو آگے چل کر قیامِ پاکستان کا سبب بنی۔

(ب) مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور برصغیر کی سیاسی تحریکات

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ مذہبیات و ادبیات کے علاوہ سیاست میں بھی بڑی بصیرت رکھتے تھے۔ اس لیے کہ وہ ایک عظیم مدبر بھی تھے۔ ان کے مندرجہ ذیل محققانہ رسائل نے سیاست ملیہ میں اہم کردار ادا کیا اور سیاست دانوں کی رہنمائی کی ہے۔ آپ اگرچہ تحریک پاکستان کے وقت باحیات نہیں تھے لیکن آپ نے اپنے پیچھے اپنے خلفاء و تلامذہ مریدین متبعین کی ایسی کثیر تعداد چھوڑ گئے جنہوں نے تحریک پاکستان میں ہر اول دستہ کا کردار ادا کیا اور یہ حضرات پر آپ ہی کی فکری اثرات پر کام کر رہے تھے۔ ہم ذیل میں ان رسالوں کا ذکر کر رہے ہیں جس میں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ کی مدبرانہ سیاست واضح طور پر سامنے آرہی ہے۔

۱۔ انفس الفکر فی قربان البقر (۱۲۹۸ھ)

۲۔ اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالسلام (۱۲۹۸ھ-۱۸۸۰ء)

۳۔ تدبیر فلاح و نجات و اصلاح (۱۳۰۶ھ-۱۹۱۲ء)

۴۔ دوام العیش فی الائمۃ من القریش (۱۳۳۹ھ-۱۹۱۲ء)

۵۔ الحجۃ المومنین آیۃ الممتحنہ (۱۳۳۹ھ-۱۹۲۰ء)

۶۔ الطاری الداری الھفوات عبدالباری (۱۳۳۹ھ-۱۹۲۱ء)

مذکورہ بالا کتب و رسائل کے مطالعہ کے بعد آپ کا سیاسی مسلک بہت صاف و واضح نظر آ رہا ہے ابتداء سے لے کر انتہا تک اس میں نہ کوئی نشیب و فراز آیا اور نہ کوئی لچک پیدا ہوئی۔ غالباً اسی لیے ڈاکٹر محمد اقبال نے ان کے بارے میں کہا تھا کہ وہ بڑے غور و فکر سے فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ اسی لیے ان کو رجوع کرنے کی

ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ (۱)

آپ روزِ اوّل سے دو قومی نظریہ کے علم بردار رہے اور آخر تک اس کے لیے کوشاں رہے۔ اس وقت ماہرِ رضویات پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کی کتاب حیاتِ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ جدید ایڈیشن سے مندرجہ ذیل سطور اخذ کرتے ہوئے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ کس پایہ کے مدبر و سیاست داں تھے۔ ہنود کی سیاسی چالوں سے بخوبی باخبر تھے سیاستِ ملیہ کے ہر اہم موڑ پر آپ نے مسلمانوں کو خبردار کیا ہنود کے چھپے ارادوں اور ہندو مسلم اتحاد کے خطرناک نتائج سے بھی انہیں آگاہ کیا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب قائدِ اعظم محمد علی جناح اور ڈاکٹر محمد اقبال متحدہ قومیت کی بات کر رہے تھے۔

آج بھی پاکستان اور ہندوستان میں گائے کی قربانی شعائرِ اسلام میں سے سمجھا جاتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اس کو شعائرِ اسلام میں شمار کیا ہے۔ (۲) اسلامی سلطنت میں ہندوؤں کے ذخیل کار ہونے کی وجہ سے اکبر بادشاہ نے گائے کی قربانی پر پابندی لگا دی تھی۔ (۳) پھر حضرت مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ) کی کوشش و جدوجہد سے جہانگیر بادشاہ کے زمانے پر یہ پابندی اٹھادی اور قلعہ کانگرہ میں حضرت مجدد الف ثانی کی موجودگی میں خود جہانگیر نے گائے ذبح کرا کے اس پابندی کو ختم کیا۔

انقلابِ ۱۸۵۷ء کے بعد پھر ہندوؤں نے کوشش کی کہ گائے کی قربانی پر پابندی لگا دی جائے یہ وہ وقت تھا کہ انڈین نیشنل کانگریس کا قیام بھی عمل میں نہ آیا تھا۔ ہندوؤں نے گائے کی قربانی سے متعلق علمائے ہند سے فتوے لیے مگر مسلمانوں کے پردے میں۔ چنانچہ ۱۲۹۸ھ-۱۸۸۰ء کو مراد آباد سے اعلیٰ حضرت فاضل

(۱) ”مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے تھے اس پر مضبوطی سے قائم رہتے تھے یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے تھے۔“

(۲) تاثراتِ ڈاکٹر اقبال، بحوالہ ڈاکٹر احمد علی مرحوم، خودنوشت فوٹو اسٹیٹ، یکم اگست ۱۹۶۸ء

(۳) بتصرف حیاتِ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ مؤلفہ ڈاکٹر محمد مسعود احمد

(۲) احمد سرہندی: مکتوباتِ امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، مطبوعہ امرتسر ۱۳۲۳ھ مکتوب نمبر ۶۵۰

(۳) عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ، جلد دوم مطبوعہ ۱۹۶۲ء ص ۴۹۸

بریلوی کے پاس ایک استفتاء آیا جس میں گائے کی قربانی سے متعلق متعدد سوالات تھے۔ آپ نے اس استفتاء کا مفصل و محقق جواب دیا اور لکھا:

”ہنود کی بے جا ہٹ بھار کھنے کے لیے ایک قلم اس رسم کو اٹھا دینا ہرگز جائز نہیں ہے۔“ (۱)
 مولانا بریلوی کے جواب پر علمائے رام پور نے اپنی تصدیقات ثبت کیں مولانا شبلی نعمانی کے استاد مولانا ارشاد حسین رام پوری (م ۱۳۱۱ھ - ۱۸۹۳ء) نے اپنے توشیحی دستخط ثبت کرتے ہوئے تحریر فرمایا:
 الناقد بصیر (پرکھنے والا آنکھیں رکھتا ہے)

یعنی مفتی نے مستقبل پر نظر رکھتے ہوئے مستفتی کی اصل منشاء و مدعا کو سامنے رکھا فیصلہ صادر کیا ہے۔
 اس سوال کا ایک جواب ہندوستان کے مشہور فقیہ مولانا عبدالحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ - ۱۸۸۶ھ) نے بھی دیا۔
 انہوں نے سوال کے ظاہری پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے سید ہاسد ادا جواب دیا اور تحریر فرمایا:
 گاؤ کشی واجب نہیں، تارک گنہگار نہ ہوگا۔ (۲)

مگر جب اصل حقیقت کا پتا چلا اور یہ معلوم ہوا کہ اس سوال کا منشاء خالص سیاسی ہے تو انہوں نے مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے جواب کی طرف رجوع کرتے ہوئے دوسرے فتویٰ کا یہ جواب دیا:
 ”گاؤ کشی کہ اسلام کا طریقہ قدیمہ ہے، ترک نہ کریں۔“ (۳)

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے اس کا ذکر کرتے ہوئے ایک مرتبہ فرمایا:
 ”مولوی صاحب ہنود کے دھوکہ میں آگئے مسلمانوں کے خلاف فتویٰ لکھ دیا تنبیہ پر متنبہ ہوئے یہی سوال میرے پاس بھی آیا تھا بفضلہ تعالیٰ بہ نگاہ اولین مکر مکاران پہچان لیا اور ”گر بہ کشتن روز اول باید“ پر عمل واللہ الحمد۔ (۴)

(۱) احمد رضا خاں: انفس الفکر فی قربان البقر، مطبوعہ بریلی (انڈیا) ص: ۹

(۲) احمد رضا خاں: انفس الفکر فی قربان البقر، مطبوعہ بریلی (انڈیا) ص: ۱۰

(۳) احمد رضا خاں: انفس الفکر فی قربان البقر بحوالہ مجموعہ فتاویٰ، جلد دوم ص: ۱۵۵، ۱۴۸

(۴) (الف) محمد سلیمان اشرف: النور، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۱ء ص: ۱۲

(ب) خدا بخش اظہر: مسلم لیگ، مطبوعہ لاہور ۱۹۳۰ء

آپ نے جس زمانے میں گاؤ کشی کی حمایت میں فتویٰ دیا۔ اس وقت آپ کی عمر مشکل سے ۲۳ سال ہوگی، اس جواں عمری میں یہ سیاسی بصیرت قابل توجہ ہے۔ بعد کے حالات نے یہ ثابت کر دیا کہ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے مستقبل میں اٹھنے والے جس طوفان کا اندازہ لگایا تھا وہ صحیح نکلا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت کے زمانے میں سیاسی پلیٹ فارم سے ہندوؤں کی خاطر گائے کی قربانی ترک کر دینے کا ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں نے مطالبہ کیا۔ صدر کانگریس پنڈت مدن موہن، مالویہ اور صدر مسلم لیگ حکیم اجمل خاں نے اس قسم کے مطالبات کیے جو نہایت حیرت ناک ہیں۔

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے خیال میں غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کا پورا پورا حق تھا انہوں نے ایک ہزار سال سے زیادہ کامیاب حکومت کی تھی۔ آپ اس حق سے دست بردار نہیں ہونا چاہتے تھے اسی لیے انہوں نے رسالہ ”اعلام الاعلام“ لکھ کر اپنے موقف کا اظہار کیا۔

رسالہ اعلام الاعلام در اصل ایک فتویٰ ہے جس میں متعدد سوالات کے جوابات ہیں۔ (۱) استفتاء تین سوالات پر مشتمل ہے جو ۱۲۹۸ھ - ۱۸۸۰ء میں بدایوں سے مرزا علی بیگ نے بریلی ارسال کیا تھا۔ آپ نے مندرجہ ذیل تین سوالات کے بالترتیب جوابات دیے ہیں:

- پہلا سوال۔ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام
- دوسرا سوال۔ دور حاضر کے یہود و نصاریٰ کتابی ہیں یا مشرک؟
- تیسرا سوال۔ مبتدعین، داخل مرتدین ہیں یا نہیں؟ (۲)

(ب) محمد عبدالقدیر: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، مطبوعہ علی گڑھ ۱۸۲۵ء ص: ۱

(۱) مولانا عبدالحکیم شرف قادری نے ”دواہم فتوے“ کے عنوان سے ایک مجموعہ مرتب کیا ہے جس میں مندرجہ ذیل دور سائل کا عکس ہے۔

۱۔ احمد رضا خاں بریلوی: اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام (۱۳۰۶ھ) مطبوعہ حسنی پریس، بریلی

ب۔ اشرف علی تھانوی: تجزیہ الاکوان عن الربوانی الہندوستان (۱۳۰۷ھ - ۱۸۸۱ء، مطبوعہ المایع تھا، تھانہ بھون (یہ مجموعہ ۱۹۷۷ء میں

لاہور میں شائع ہو گیا)

(۲) احمد رضا خاں: اعلام الاعلام ص: ۸۲۲

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی پہلے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

”ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ علمائے ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مذہب پر ہندوستان دارالاسلام ہے۔ ہرگز دارالحرب نہیں کہ دارالاسلام کے دارالحرب ہو جانے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم الاممہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک درکار ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک علانیہ جاری ہوں اور شریعت اسلامیہ کے احکام و شعائر مطلقاً جاری نہ ہونے پائیں اور صاحبین کے نزدیک کے نزدیک اسی قدر کافی ہے مگر یہ بات بحمد اللہ یہاں قطعاً موجود نہیں۔ (۱)

مولانا عبدالحی لکھنوی ۵ اور مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ غیر منقسم ہندوستان دارالاسلام تھا جن علماء نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر سود کو جائز قرار دیا ان کا تعاقب کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

عجب ان سے جو تحلیل ربوا کے لیے جس کی حرمت نصوص قاطعہ قرآنیہ سے ثابت اور کیسی کیسی سخت و عیدیں اس پر وارد اس ملک کو دارالحرب ٹھہرائیں اور باوجود قدرت و استطاعت ہجرت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں۔ گویا یہ بلا اسی دن کے لیے دارالحرب ہوئے تھے کہ مزے سے سود کے لطف اٹھائیے اور بارام تمام وطن مالوف میں سیر فرمائیے۔

استغفر اللہ افتومنون ببعض الكتاب وتكفرون ببعض (۲)

ہندوستان کو دارالاسلام قرار دینے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفتی ہندوستان پر انگریزوں کے قبضے کو غاصبانہ سمجھتا ہے اور مسلمانوں کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ بقدر استطاعت ملک کی آزادی کے لیے کوشش کریں۔ دارالحرب قرار دے کر تو اپنے حق سے عملاً دست بردار ہونا ہے کیونکہ اس طرح ہجرت فرض ہو جاتی ہے اور

(۱) احمد رضا خاں: اعلام الاعلام ۱۹۲۰ء، ص: ۲

(۲) عبدالحی لکھنوی: مجموعہ فتاویٰ مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۴۰ھ - ۱۹۲۱ء ج: ۱، ص: ۳۰۲

(۳) اشرف علی تھانوی، تحذیر الاخوان، ص: ۹، ۷

(۴) احمد رضا خاں: اعلام الاعلام بریلی، انڈیا ۱۹۲۰ء، ص: ۷

استخلاص کے لیے کوشش کی کوئی گنجائش نہیں رہتی ایک ہزار سالہ حکومت کا اتنی جلدی اپنے حق سے دستبردار ہونا نہ قرین عقل ہے اور نہ قرین انصاف۔ پھر یہ سوال بھی ذہن میں آتا ہے کہ انگریزی راج میں ہندوستان دارالحرب ہو سکتا ہے تو ہندو راج میں دارالحرب کیوں نہیں حالانکہ شعائر و احکام اسلام پر عمل کرنے میں انگریزوں کی عمل داری میں جو آزادی تھی اب اتنی آزادی نہیں۔ اس سے شک ہوتا ہے کہ فیصلے مصلحت وقت کے تحت کیے گئے اور اس مصلحت اندیشی نے سیاسی سطح پر مسلمانوں کو نقصان پہنچایا۔

اوپر جو بحث گزری وہ غیر منقسم ہندوستان کو دارالحرب یا دارالاسلام قرار دینے سے متعلق تھی۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ کے نزدیک ہندوستان دارالاسلام تھا۔ رسالہ اعلام الاعلام کے پہلے سوال کا یہ جواب تھا۔ دوسرے سوال کے جواب میں مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ لکھتے ہیں:

نصاری باعتبار حقیقت لغویہ۔ بلاشبہ مشرکین ہیں کہ وہ بالقطع قائل بہ تثلیث و نبوت ہیں۔ اس طرح وہ یہود جو الوہیت و اہبیت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل تھے۔ (۱)

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ نے اس مسئلے پر علماء کے اختلاف کا ذکر کیا ہے لیکن آخر میں اپنا یہی فیصلہ دیا ہے۔

احتیاط اسی میں ہے کہ نصاری کے نساء و ذبائح سے احتراز کرے اور آج کل بعض یہود ایسے پائے جاتے ہوں جو عزیر علیہ السلام کی انبیت مانیں تو ان کے زن و ذبیحہ سے بھی بچنا لازم جانیں۔ (۲)

اوائل بیسویں صدی عیسوی میں ترکی میں ایک ہجانی کیفیت پیدا ہوئی جس کا اثر فطری طور پر ہندوستان کے مسلمانوں پر ہوا اور مسلمانوں کی اکثریت اس کی لپیٹ میں آ گئی۔ ۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا بے پناہ جوش و جذبہ کا مظاہرہ کیا گیا اور ہندوستان کے طول و عرض میں زندگی کی ایک عجیب لہر پیدا ہو گئی۔ مگر اس تحریک کا المیہ یہ تھا کہ ظاہر میں جو کچھ دکھایا گیا اندرون خانہ وہ نہ تھا۔

(۱) حیات العظمت، ڈاکٹر مسعود احمد، مطبوعہ کراچی

(۲) ایضاً

ہندوؤں کے مذہبی اور سیاسی پیشوا مسٹر گاندھی نے اس جذباتی سیلاب کو غنیمت جانا۔ تحریکِ خلافت میں شامل ہو کر پہلے مسلمانوں کے دل مول لیے پھر ۱۹۲۰ء میں اچانک تحریکِ ترکِ موالات شروع کر کے جذبات کا دھارا دوسری طرف موڑ دیا اور ہندو مسلم اتحاد کا راگ الاپا جس سے دیکھتے ہی دیکھتے کانگریس کو حیاتِ نو ملی اور مسلمانوں کو مذہبی، اقتصادی، معاشرتی، تمدنی، مذہبی، تہذیبی اور سیاسی نقصانات اٹھانے پڑے۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی تحریکِ خلافت میں عملاً شامل نہ ہوئے اس کی کئی وجوہات ہیں:

۱۔ ان کی زندگی کا آخری دور تھا اور وہ سخت بیمار تھے۔

۲۔ سلطنتِ ترکی کو خلافتِ شرعیہ، قرار دینے پر ان کو تحریکِ خلافت کے پیشواؤں سے فقہی اختلاف تھا۔

۳۔ تحریکِ خلافت کے سیاسی طریقہ کار سے بھی ان کو اختلاف تھا اور وہ اس کو مسلمانوں کے لیے سخت مضر سمجھتے تھے۔

۴۔ ان کو یقین تھا کہ بعض تجربہ کار سیاست داں، سادہ لوح مسلمان لیڈروں اور مسلمانوں کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کر رہے ہیں اور تحریک کے جو مقاصد بتائے جا رہے ہیں حقیقتہً وہ مقاصد نہیں اور اصل مقصد مسلمانوں کو قربان کر کے ”سوراج“ حاصل کرنا ہے۔

۵۔ وہ ترکوں کی امداد کا اپنا علیحدہ پروگرام اور منصوبہ رکھتے تھے۔

جذباتی دور میں عقل مغلوب ہو جاتی ہے اور حکمت و دانائی کی باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں بلکہ بعض اوقات ایسی باتیں دانا و حکم کو عوام الناس کی نظر میں مجرم بنا دیا کرتی ہیں لیکن جب جذبات ٹھنڈے پڑتے ہیں اور حقیقتیں سامنے آتی ہیں تو پھر وہی سچ معلوم ہوتا ہے جسے جھوٹ کہا گیا تھا۔

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی نے عوام کی اسی نفسیات کے پیش نظر ”خلافتِ شرعیہ“ کے لیے قید ”قرشیت“ کی بحث کو آئندہ کے لیے اٹھا رکھا اور ان جذباتی فتوؤں کو ٹھنڈے دل سے برداشت کیا جو ”سلطنتِ ترکیہ کو خلافتِ شرعیہ نہ سمجھے“ اور جو سلطانِ ترکی کو خلیفۃ المسلمین نہ مانے وہ کافر ہے دیکھا جائے تو ان جذباتی فتوؤں کی زد میں خود مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی بھی آ رہے تھے۔

مسئلہ خلافت و قرشیت کے سلسلے میں فرنگی محل سے کئی سوالات آتے رہے ۱۳۳۰ء میں مولانا عبدالباری

فرنگی محل کے خطبے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے رسالہ جزیرۃ العرب کے بارے میں استفسارات آئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں حضرات نے خلافت کے لیے قید شرعی ”قرشیت“ کو رد کر دیا تھا۔ سلطان ترقی قرشی نہ تھے اس لیے قرشیت کو رد کر کے ان کی سلطنت کو خلافت شرعیہ اور ان کو خلیفہ شرعی قرار دیتا تھا۔ بہر کیف مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے مندرجہ بالا استفسارات کے جواب میں یہ رسالہ تحریر فرمایا:

دوام العیش فی الائمۃ من قریش، (۱۳۳۹ھ - ۱۹۲۰ء)

اس رسالے کو ایک مقدمہ اور تین فصل پر ترتیب دیا۔ تیسری فصل کی بحث سوم شروع کی تھی کہ اور کاموں میں مشغول ہو گئے اور اس خیال کو چھوڑ دیا کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا جس وقت آئے گا مکمل کر کے طبع کر دیا جائے گا یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ ایک سال کا مزید انتظار کرنے کے بعد جب خلافت کی حقیقت اور تحریک خلافت کے چھپے مقاصد ظاہر ہو گئے اور سلطنت ترکیہ ختم ہو گئی تو ۲۵ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ کو مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے صاحبزادے مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی نے یہ رسالہ مطبع حسنی، بریلی سے چھپوا کر شائع کیا اور اس پر ۱۴ صفحات کی ایک تمہید لکھی جس میں تحریک خلافت اور خاتمہ خلافت کا جائزہ لیا گیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۹۲۰ء میں مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے جو سوچا تھا صحیح ثابت ہوا۔

رسالہ دوام العیش جن استفسارات کے جواب میں لکھا گیا ان کی تفصیل یہ ہے:

- ۱۔ سلطان عثمانیہ کی اعانت مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں۔
- ۲۔ فرضیت اعانت کے لیے بھی سلطان کا قرشی ہونا شرط ہے یا صرف خلافت شرعیہ کے لیے یا کسی کے لیے نہیں؟
- ۳۔ مولوی فرنگی محل کے خطبہ صدارت میں اس کے متعلق چند سطور ہیں اور مسٹر ابوالکلام آزاد نے ۱۴ سالہ مسئلہ خلافت جزیرہ عرب میں صفحہ ۳۲ سے ۷۰ تک حسب عادات اسے بہت پھیلا کر بیان کیا ہے ان دونوں کا ماحصل یہ ہے کہ خلافت شرعیہ میں بھی قرشیت شرط نہیں۔ یہ صحیح ہے یا غلط اور اس کے بارے میں مذہب اہل سنت کیا ہے؟

پہلے سوال کے جواب میں مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

”سلطنت ملیہ عثمانیہ اید باللہ تعالیٰ، نہ صرف سلطنت، ہر سلطنت اسلام۔ نہ صرف سلطنت، ہر جماعت اسلام۔ نہ صرف جماعت، ہر فرد اسلام کی خیر خواہی، ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس میں قرشیت شرط ہونا کیا معنی دل سے خیر خواہی مطلقاً فرض عین ہے۔“ (۱)

البتہ اہل سنت کے مذہب میں ”خلافت شرعیہ“ کے لیے، ضرور ”قرشیت“ شرط ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے متواتر حدیثیں ہیں۔ اسی پر صحابہ کا اجماع، تابعین کا اجماع، اہل سنت کا اجماع ہے۔ مگر شرعاً خلیفہ یا امیر المومنین۔ ہر بادشاہ قرشی کو بھی نہیں کہہ سکتے سو اس کے جو ساتوں شرط خلافت اسلام۔ ۱۔ عقل ۲۔ بلوغ ۳۔ حریت ۴۔ ذکوریت ۵۔ قدرت ۶۔ قرشیت کا سب کا جامع ہو کر عام مسلمانوں کا فرمانروائے اعظم ہوا۔

اس وضاحت کے بعد خلفاء اسلام کی تاریخ کا مورخانہ اور محققانہ اجمالی جائزہ پیش کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ہر دور میں ”قرشیت“ کو خلافت شرعیہ کی شرط تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ بحث صفحہ ۱۵ سے صفحہ ۲۵ تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے بعد مقدمہ میں ”خلیفہ“ اور ”سلطان“ کے فرق کو واضح کیا ہے اور شرائط و لوازمات خلافت کی توضیح و تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

- ۱۔ خلیفہ حکمرانی و جہان بنانی میں رسول اللہ ﷺ کا نائب مطلق، تمام اُمت پر ولایت عامہ والا ہے۔ (۲)
- ۲۔ خلیفہ کی اطاعت گیر معصیت الہی پر تمام اُمت پر فرض ہے جس کا منشاء خود اس کا منصب ہے۔ (۳)
- ۳۔ خلیفہ نے جس مباح کا حکم دیا، حقیقۃً فرض ہو گیا، جس مباح سے منع کیا حقیقۃً حرام ہو گیا۔ (۴)
- ۴۔ خلیفہ ایک وقت میں تمام جہاں میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور سلاطین، دس ملکوں میں دس۔ (۵)

(۱) احمد رضا خاں: دوام العیش فی ائمتہ من قریش، مطبوعہ بریلی، ص: ۱۴

(۲) ایضاً ص: ۲۵

(۳) ایضاً ص: ۲۵

(۴) ایضاً ص: ۲۵

(۵) ایضاً ص: ۲۶

۵۔ کوئی سلطان اپنے انعقاد سلطنت میں دوسرے سلطان کے اذن کا محتاج نہیں مگر ہر سلطان، اذن خلیفہ کا محتاج ہے۔ (۱)

۶۔ خلیفہ بلا وجہ شرعی کسی بڑے سے بڑے سلطان کے معزول کیے سے معزول نہیں ہو سکتا۔ (۲)

۷۔ سلطنت کے لیے قرشیت، درکنار، حریت بھی شرط نہیں، بہتیرے غلام بادشاہ ہوئے۔ (۳)

اس مقدمہ کے بعد فصل اول قائم کی ہے جس میں احادیث متواترہ، اجماع صحابہ و تابعین و ائمہ امت و مذہب اہل سنت سے شرط ”قرشیت“ کا ثبوت پیش کیا ہے، اس سلسلے میں پہلے کتب عقائد کے حوالے دیئے۔ اس طرح تقریباً پچاس حدیثیں اور کتب عقائد، تفسیر، حدیث، فقہ کی بانوے ۹۲ عبارتیں پیش کی ہیں۔

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے رسالہ دوام العیش ۱۹۲۰ء میں تحریر فرمایا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ تحریک خلافت کے حامی سلطنت ترکیہ کو خلافت شرعیہ نہ سمجھنے والوں اور سلطان ترکی عبد الحمید خان کو خلیفہ شرعی نہ کہنے والوں کا فرکہ رہے تھے۔ پھر ۱۹۲۲ء میں وہ دور آیا جب ترکی کے مسلمانوں نے خود اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ نہ وہ سلطان عبد الحمید کو خلیفہ شرعیہ سمجھتے تھے نہ ان کی سلطنت کو خلافت شرعیہ۔

اخبار ہمد (لکھنؤ) کی یہ خبر ملاحظہ ہو!

”جمعیت عالیہ ملیہ انگورہ نے ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں سلطان المعظم کو معزول کر دیا ہے کہ اب ترکی میں حکومت کی صورت جمہوریہ کے ہم معنی ہے۔ سلطنت عثمانیہ کے بجائے دولت ترکیہ

جمہوریہ کا اعلان کر دیا ہے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ترکی کا نام آئندہ بجائے سلطنت عثمانیہ دولت رکیہ رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ (۱)

تحریک خلافت کے جذباتی زور شور پھر اس کے المناک انجام پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے صاحبزادے مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں لکھتے ہیں:

”انسان کو چاہیے کہ بات کہنے اور کام کرنے سے پہلے اس کے مال و اتحام پر نظر رکھے۔ جس کا اگر حسن ہوا سے اختیار کرے ورنہ نہیں، تیرہ سو برس کے اجماعی اتفاقی مسئلہ میں اختلاف کا حاصل ہوائے تشتت اور افتراق بین المسلمین میں ایک اور اضافہ ہو گیا۔ (۲)

آگے چل کر ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

کچھ فائدہ تو نہ پہنچا سکے ہاں مسلمانوں اور خود ترک بھائیوں پر لعن طعن کی بوچھاڑ کا ایک حربہ نصاریٰ کے ہاتھ میں دے دیا۔ (۳) لیڈر تو ہم غرباء اہل سنت کو نصاریٰ کا طرفدار و رشوت خوار اور ترکوں کا دشمن بتاتے تھے اگر نگاہ انصاف ہو تو آنکھیں کھولیں۔

تحریک خلافت کے پردے میں ہندو سوراخ کا جو خواب دیکھ رہے تھے وہ شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا حالانکہ ۱۹۲۰ء میں تحریک خلافت کے ساتھ ساتھ تحریک ترک موالات بھی شروع کی گئی مگر یہ دونوں تحریکیں جس بنیاد پر چلائی جا رہی تھی وہ سلطان عبدالحمید کی سلطنت تھی جس کو خلافت شرعیہ بنا کر دکھایا گیا تھا مگر غازی مصطفیٰ

(۱) اخبار ہمدرد (لکھنؤ) شمارہ/نومبر ۱۹۲۲ء مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ کریں:

(الف) منور حسین: لمفونات امیر ملت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص: ۱۸۱

(ب) خدا بخش اظہر: مسلم لیگ مطبوعہ لاہور ۱۹۳۰ء

(۲) احمد رضا خاں: دوام العیش فی ائمتہ من قریش (تمہید از محمد مصطفیٰ رضا خاں) ص: ۱۰

(۳) ایضاً ص: ۱۱

کمال پاشا نے اس کو ختم کر کے یہ بتا دیا کہ یہ خلافت شرعیہ نہ تھی بلکہ محض سلطنت اسلامیہ تھی۔ اس غیر متوقع حادثے نے ہندوستان میں تحریک ترک موالات کو بے جان کر دیا۔ ۱۹۲۲ء میں جب ترکی میں سلطان عبدالحمید کی سلطنت ختم کی گئی ہندوستان میں مسٹر گاندھی نے تحریک ترک موالات ختم کر دی اور سوراج کا وہ مقصد وحید حاصل نہ ہو سکا جس کے لیے درپردہ کوششیں کی جا رہی تھیں۔ مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں نے ایک رسالہ لکھا جس کا عنوان ہے فصل الخلافۃ (۱۹۲۲ء۔ ۱۳۴۱ھ) اور لقب ہے:

سوراج در سوراج (۱)

اس رسالے میں مسئلہ خلافت اور ترکوں کے ہاتھوں خاتمہ خلافت پر بحث کی ہے۔

طرق الہدی والارشاد الی احکام الامارۃ الجہاد (۲) (۱۳۴۱ھ۔ ۱۹۲۲ء)

اس رسالے میں بھی مسئلہ خلافت و جہاد، ہندو مسلم اتحاد، ترک موالات، فتنہ ارتداد اور گاوکشی کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

تحریک خلافت سے مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ کی علیحدگی کے بارے میں جن وجوہات کا اُپر ذکر کیا گیا تھا اس میں ایک وجہ خلافت شرعیہ کے لیے قریشیت کی شرط پر ان کا تحریک خلافت کے لیڈروں بالخصوص مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور مولانا ابوالکلام آزاد سے اختلاف تھا جس کی وضاحت اُپر کر دی گئی۔

دوسری وجہ؟ تحریک خلافت کا طریقہ کار اور تحریک خلافت کے مخفی مقاصد تھے جس کا اظہار مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ کی اکثر تحریروں میں ملتا ہے۔ مثلاً ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ کو کلکتہ سے حکیم سعید الرحمن نے ایک استفتاء بھیجا جس میں مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ سے مسئلہ خلافت، ہجرت پران کی رائے

(۱) محمد مصطفیٰ رضا خاں: فصل الخلافۃ، مطبوعہ مطبع حسنی، بریلی، انڈیا

(۲) محمد مصطفیٰ رضا خاں: طرق الہدی، مطبوعہ حسنی، بریلی، انڈیا

معلوم کی ہے اور یہ پوچھا ہے کہ وہ تحریک خلافت سے اتفاق نہیں رکھتے تو خاموش کیوں ہیں اس کی وجہ کیوں بیان نہیں کرتے جواباً مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ نے تحریک خلافت کے نتیجہ میں ہونے والے ہندو مسلم اتحاد کی خرابیوں کو ایک ایک گنایا ہے اور بتایا ہے کہ اسلام کے نام پر چلائی جانے والی یہ تحریک کس طرح ہندو تہذیب و تمدن کو فروغ دے رہی ہے اور اسلام کو تباہ و برباد کر رہی ہے۔

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ فرماتے ہیں:

”مقصد بتایا جاتا ہے کن مقدسہ کی حفاظت، اس میں کون مسلمان خلافت کر سکتا ہے اور کاروائی کی جاتی ہے کفار سے اتحاد، مشرک لیڈروں کی غلامی و تقلید، قرآن و حدیث کی عمر کو بت پرستی پر نثار کر (۱) نامسلمانوں کا کشتہ لگانا (۲) کافروں کی جے بولنا، رام پھمن پر پھول چڑھانا (۳) اور امائن کی پوجا کر میں شریک ہونا (۴) مشرک کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس کے جے بول کر مرگھٹ لے جانا (۵) کافروں کو مسجد میں لے جا کر مسلمانوں کا واعظ بنانا (۶) شعائر اسلام قربانی گاؤ کو کفار کی خوشامدیں میں بند کرنا۔ (۷)

(۱) حسن نظامی: مہاتما گاندھی کا فیصلہ، مطبوعہ دہلی، ۱۹۲۰ء

(۲) محمد سلیمان اشرف: الرشاد، مطبوعہ ۱۹۱۹ء ص: ۱۳

(۳) محمد جمیل الرحمن: تحقیقات قادریہ، مطبوعہ بریلی، ۱۹۲۰ء ص: ۱۳

(۴) محبوب علی و عبدالغفور، استفتاء محررہ زی قعدہ ۱۹۱۹ء ۱۳۳۰ھ بحوالہ تحقیقات قادریہ، (مؤلفہ جمیل الرحمن) مطبوعہ بریلی ۱۹۲۰ء

ص: ۲۷

(۵) محمد میاں قادری: خطبہ صدارت مطبوعہ بیتا پور ۱۹۲۰ء ص: ۲۹، ۳۰

(۶) (الف) عبدالنبی کوکب: مقالات یوم رضا، مطبوعہ لاہور، حصہ اول ۱۹۶۸ء ص: ۹۸، ۹۹

(ب) اخبار مدینہ (بجنور) شمارہ یکم اپریل ۱۹۲۰ء

(۷) ماہنامہ السواد الاعظم (مراد آباد) شمارہ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ - ۱۹۲۰ء ص: ۱۷، ۲۲

ایک ایسے مذہب کی فکر میں ہونا جو اسلام و کفر کی تمیز اٹھا دے اور بتوں کے معبد پر اگ کو مقدس ٹھہرائے (۱) اور اس طرح بہت اقوال، احوال افعال جن کا پانی سر سے گزر گیا جنہوں نے اسلام پر یکسر پانی پھیر دیا۔ کون مسلمان موافقت کر سکتا ہے؟ ان حرکات کے رد میں فتوے لکھے گئے اور لکھے جا رہے ہیں اس سے زیادہ کیا اختیار ہے؟ پاکی ہے اسے جو مقلب القلوب والا بصار ہے۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم (۲)

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ نے جن گمراہیوں کا ذکر کیا ہے یہ اس وقت ظہور میں آئیں جب حفاظت خلافت اسلامیہ اور اماکن مقدسہ کے لیے کوشش کی جا رہی تھی اور اس کے لیے سردھڑ کی بازی لگائی جا رہی تھی لیکن نتیجہ بقائے اسلام کے بجائے فناۓ اسلام کی صورت میں نظر آ رہا تھا۔ درد مندوں اور عاقبت اندیشوں کے فکر و عمل کا یہ تضاد یقیناً تشویشناک اور حیرت ناک تھا۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ نے ان بے راہدیوں کے خلاف قلمی جہاد کی اور اسلام کی خاطر اپنے عزیز ترین دوستوں سے بھی اختلاف کیا اور کئی رنجشیں مول لیں (۳) انہوں نے بہت پہلے ۱۹۱۲ء میں مسلمانانِ عالم کی بالعموم اور مسلمانانِ ہند کی بالخصوص حالت سدھارنے کے لیے ایک رسالہ تحریر کیا جس کا عنوان تھا۔

”تدبیر فلاح و نجات و اصلاح“ (۴)

(۱) اخبار ہمد (لکھنؤ) شمارہ ۸ جون ۱۹۲۰ء

(۲) ماہنامہ الرضا (بریلی) شمارہ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء ص: ۶۰۵

(۳) مولانا عبدالباری فرنگی محلی (م ۱۳۳۴ھ - ۱۹۲۵ء) جن کو مولانا بریلویؒ ”فاضل اکمل“ کہتے تھے اور جو مولانا بریلوی کے محضومین میں تھے۔ تحریک ترک موالات میں مسٹر گاندھی کے ساتھ ہو گئے تھے اور ان کو اپنا قائد تسلیم کر لیا، مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ نے باوجود ذاتی تعلق و محبت کے ان کا تعاقب کیا اور سخت گرفت کے نام سے تین ہفتوں میں شائع ہوئی (۱۳۳۹ھ - ۱۹۲۰ء)

(۴) پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی (ایم ایس کونزیونیورسٹی، کینیڈا) نے اپنے ایک تحقیقی مقالے میں مولانا بریلوی کے معاشی نکات کا جائزہ لیا ہے۔ یہ مقالہ بعنوان ”فاضل بریلوی کے معاشی نکات“ ۱۹۷۷ء میں لاہور سے شائع ہو گیا۔

یہ رسالہ کلکتہ اور رام پور سے شائع ہوا، اس میں بہت سی مفید تدابیر تھیں جس پر عمل کیا جاتا تو مسلمانوں کی سیاسی اور معاشی حالت سدھر جاتی مگر بہت بعد میں عمل کیا گیا، اس کا تفصیلی ذکر آگے آتا ہے۔ پھر تقریباً ۱۹۱۷ء میں جماعت رضائے مصطفیٰ (بریلی) قائم کی جس نے مسلمانانِ ہند کو جذبات کے سیلاب میں بہنے سے روکنے کے لیے حتیٰ الوسع کوشش کی مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان جذبات سے اتنے مغلوب ہو چکے تھے کہ اس طرف کا حقہ توجہ نہ دی جس کا اندازہ اس تحریر سے ہوتا ہے جو جماعت رضائے مصطفیٰ کی طرف سے جاری کی گئی۔

”نہایت افسوس سے عرض کیا جاتا ہے کہ باوجود ان ضروری سے ضروری اہم سے اہم کارہائے دین کے انجام دینے اور حسابات شائع کر کے اطمینان کر کے اطمینان کر دینے کے بھی آپ حضرات نے جماعت مبارکہ کی طرف وہ توجہ نہ فرمائی جس کی وہ مستحق ہے۔“ (۱)

اسی زمانے میں ”انصار الاسلام“ کے نام سے ایک تنظیم بریلی میں قائم کی گئی۔ جس کی طرف سے متعدد مقامات پر جلسے ہوئے جن میں مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی کے صاحب زادگان کی حفاظت، سلطنتِ ترکیہ اور ترکوں کی جائز و مفید اعانت اسلام اور مسلمانوں کی دشمنانِ دین سے حفاظت اور مسلمانانِ ہند کی اخلاقی، معاشرتی تمدنی اور اقتصادی مفاد کی طرف سے رہنمائی کرنا تھا۔ (۲)

پھر ۱۹۲۰ء میں جب تحریکِ ترکِ موالات شروع ہوئی اور اس کے نتیجے میں ہندو مسلم اتحادِ شباب پر پہنچا تو بقائے وحدتِ ملت اسلامیہ اور ہندو مسلم اتحاد کے خلاف مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی نے سخت جدوجہد کی اور عینِ مرضِ الموت میں ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا عنوان ہے:

(۱) محمد مصطفیٰ رضا خاں: طرق الہدی والارشاد، مطبوعہ بریلی، ص: ۸۰

(۲) السواد الاعظم (مراد آباد) شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ - ۱۹۲۰ء، ص: ۶

”الحجة المومتنة في آية الممتنة“ (۱۳۳۹ھ-۱۹۲۰ء)

یہ رسالہ شدید علالت کے زمانے میں لکھا گیا اس سے مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے اخلاص و دل سوزی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مولانا ظفر الدین بہاری کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

۱۲ ربیع الاول (۱۳۳۹ھ) سے طبیعت ایسی علیل ہوئی کہ کبھی نہیں ہوئی تھی، چار چار پہر پیشاب بھی بند رہا میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا تھا مولانا تعالیٰ نے فضل کیا مرض زائل ہوا مگر آج دو مہینے کامل ہوئے، ضعف میں فرق نہیں مسجد کو چار آدمی کرسی پر بٹھا کر لے جاتے اور کرسی پر لاتے ہیں۔ اسی حالت میں ترک موالات و ترک تعاون و استعانت بکفار و اذخاں مشرکین، مسجد وغیرہ امور دائرہ پر ایک جواب لکھنا پڑا کہ پانچ جز سے زائد ہو گیا۔ آیہ کریمہ ممتنہ کی اس آیت میں بحث کافی کر دی گئی اسی کے لحاظ سے اس کا نام الحجة المومتنة (۱۳۳۹ھ-۱۹۲۰ء) رکھا گیا یہ رسالہ چھپ رہا ہے۔ (۱)

۱۳۳۹ھ-۱۹۲۰ء اور لائل پور سے یکے بعد دیگر یہ دو استفتاء ارسال کیے گئے۔ پہلا استفتاء ۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ کو مولانا حاکم علی (پروفیسر ریاضی اسلامیہ کالج، لاہور) نے ارسال کیا اور دوسرا استفتاء ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو چودھری عزیز الرحمن (ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول، لائل پور) نے ارسال کیا۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے پہلے استفتاء کا مجمل جواب دیا اور دوسرے استفتاء مفصل جواب دیا۔ یہ دونوں جوابات مذکورہ بالا عنوان سے رسالے کی صورت میں مطبع حسنی، بریلی میں چھپ کر شائع ہوئے۔ رئیس احمد جعفری نے اپنی کتاب اوراق گم گشتہ (مطبوعہ لاہور ۱۹۳۰ء) میں یہ رسالہ شامل کر دیا ہے جو بڑے سائز کے ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر مسعود احمد نے اس رسالے پر ایک تحقیقی مقالہ قلم بند کیا جس کا عنوان ہے:

”فاضل بریلوی اور ترکِ موالات“

یہ مقالہ ۱۹۷۱ء میں لاہور میں شائع ہو چکا ہے۔ تفصیلات کے لیے اس طرف رجوع کریں۔ یہاں رسالہ الحجۃ المومنہ کے مضامین کا اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اس رسالے میں سب سے پہلے مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے ذمی، حربی، مستامن وغیرہ سے موالات و ترکِ موالات پر بحث کی ہے پھر آگے چل کر موالات کی قسموں پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تحقیق مقام یہ ہے کہ موالات دو قسم کی ہے:

(۱) اوّل حقیقیہ

جس کا ادنیٰ قلب ہے پھر دواؤد، پھر اتحاد پھر اپنی خواہشات سے بے خوف طمع انقیاد، پھر تبطل۔ یہ مجموعہ وجوہ کافر سے مطلقاً حرام ہر حال میں حرام ہے۔

(ب) دوم صوریہ

صوریہ یہ ہے کہ دل اس کی طرف اصلاً مائل نہ ہو مگر برتاؤ وہ کرے جو بظاہر محبت و میلان کا پتہ دیتا ہو۔ یہ بحالت ضرورت و مجبوری صرف بقدر ضرورت و مجبوری مطلقاً جائز ہے۔

مدارات و مداہنت کے بیچ میں موالات صوریہ کی دو قسمیں ہیں۔ برداقساط اور معاشرت۔ یہ تو صورتیں موالات کی ہوں گی۔ مکمل مجر و محالمت استعانت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) احمد رضا خاں: الحجۃ المومنہ، بحوالہ اوراقِ گم گشتہ مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء، ص: ۲۵۹، ۲۶۰

تحقیق مقام بتوفیق مقام یہ ہے کہ یہاں استعانت کی تین حالتیں ہیں۔

(۱) التجا .

(ب) اعتماد

(ج) استخدام

(الف) التجا یہ ہے کہ قلیل گروہ اپنے کو ضعیف کمزور یا عاجز پا کر، کثیر قوی طاقت درجہ کی پناہ لے، اپنا کام بنانے کے لیے اس کا دامن پکڑے، یہ ہدایہ اپنے آپ کو ان کے ہاتھ میں دے دینا ہوگا۔

(ب) اعتماد یہ ہے کہ وہ مساوی سے یا رانہ گانٹھیں، انہیں اپنایا اور دیارو معین و مددگار بنائیں، ان کی مدد موافقت سے اپنے لیے غلبہ، عزت و کامیابی چاہیں۔ یہ اگرچہ اپنے آپ کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا نہیں مگر ان کی ہمدردی و خیر خواہی پر اعتماد یقیناً ہے کوئی عاقل خون کے پیا سے دشمن کو معین و ناصر نہ بنائے گا۔ (۱)

(ج) استخدام یہ کہ کافر ہم سے دبا ہو، اس کی چوٹی ہمارے ہاتھ میں ہو کسی طرح ہمارے خلاف پر قادر نہ ہو، وہ اگرچہ اپنے کفر کے باعث یقیناً ہمارا بدکواہ ہوگا مگر بے دت و پا ہے ہم سے خوف و طمع رکھتا ہے، خوف شدید کے باعث اظہار بدخواہی نہ کر سکے بلکہ طمع کے سبب مسلمان کے بارے میں نیک رائے ہو۔ (۲)

یہ تو تھیں استعانت کی صورتیں لیکن جہاں تک موالات دوستی کا تعلق ہے۔ اس کے متعلق مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ نے صاف صاف لکھ دیا:

”موالات مطلقاً ہر کافر، مشرک سے حرام ہے، اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہو، اگرچہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا قریب (عزیز) ہو۔“ (۳)

(۱) ایضاً ص: ۲۸۰

(۲) ایضاً ص: ۲۸۰

(۳) ایضاً ص: ۲۳۷

تحریک ترک موالات کے ایک رہنما مولانا عبدالباری فرنگی محلی پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”انہیں رازدار دخیل کا بنانا حرام قطعی تھا یہ اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر ان کے ہاتھ بک گئے انہیں اپنا پیشوا بنالیا صاف لکھ دیا۔ ان کو اپنا رہنما بنالیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں میرا حال تو سردست اس شعر کے موافق ہے۔

عمرے کہ بآیات واحادیث گزشت

رفتی و نثار بت پرستی کردی (۱)

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے نزدیک ہندوؤں سے استعانت و تعاون اس لیے مضر تھا کہ وہ بقول فرمایا بریلوی مسلمانان ہند سے دین میں محارب تھے چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں؟

”وہ جو آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی گاؤں چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑا دیں گے۔ اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین ہندو دین میں ہم سے محارب ہیں۔“ (۲)

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے دشمن کی نفسیات کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”دشمن اپنے دشمن کے لیے تین باتیں چاہتا ہے“

۱۔ اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو جائے۔

۲۔ یہ نہ ہو تو اس کی جلا وطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

۳۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو آخری درجہ اس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے۔

مخالفت کے یہ درجے ان پر طے کر دے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں، خیر خواہ ہی سمجھے جاتے ہیں۔

اولاً: جہاں کے اشارے ہوئے اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا۔ (۱)

ثانیاً: جب یہ نہ بنی ہجرت کا بھرا کہ کسی طرح یہ دفع ہو ملک ہماری کبدیاں کھیلنے کو رہ جائے یہ اپنی جائیدادیں کوڑیوں کے مول بچیں یا یوں ہی چھوڑ جائیں۔ (۲)

ثالثاً: جب بھی نہ بھی تو ترکِ موالات کا جھوٹا حیلہ کر کے ترکِ معاملات پر ابھارا کہ نوکریاں چھوڑ دو کو نسل کمیٹی میں داخل نہ ہو۔ مال گزاری ٹیکس کچھ نہ دو۔ خطابات واپس کر دو۔ (۳) امر اخیر تو صرف اس لیے ہے کہ ظاہر نام کا وفاداری اعزاد بھی کسی مسلمان کے لیے نہ رہے اور پہلے تین اس لیے کہ ہر شعبے اور محکمے میں صرف ہندو رہ جائیں۔ (۴)

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلویؒ نے رسالے کے آخر میں مسلمانانِ ہند سے یہ درد بھری اپیل کی:

”تبدیل احکام الرحمن اور اختراع احکام الشیطان سے ہاتھ اٹھاؤ، مشرکین سے اتحاد توڑو، مرتدین کا ساتھ چھوڑو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا دامن پاک تمہیں اپنے سایے میں لے۔ دنیا نہ ملے، نہ ملے دین تو ان کے صدقے میں ملے۔

یا ایہا الذین

(۱) یہاں تحریکِ خلافت کی طرف اشارہ ہے جس میں بے دست و پا مسلمانوں کو انگریزوں سے جنگ کے لیے آمادہ کیا جا رہا تھا۔

(۲) یہاں تحریکِ ہجرت کی طرف اشارہ ہے جس میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کیا اور بہت سے مسلمان تباہ و برباد ہوئے۔

(۳) یہاں تحریکِ ترکِ موالات کی طرف اشارہ ہے۔

(۴) احمد رضا خاں: الحجۃ المومنین بحوالہ اوراقِ گم گشتہ ص: ۲۹۹

(۵) ایضاً ص: ۳۰۵

تحریک ترک موالات کے زمانے میں ہندو مسلم اتحاد کا جو سیلاب امنڈا، مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ نے اس کی سخت مزاحمت کی ان کا خیال تھا کہ تحریک کے پردے میں سوراج کے لیے ہموار کی جا رہی ہے۔ حقائق و شاہد سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس راز سر بستہ کو فاش کرنے کے الزام میں مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ پر الزام لگایا کہ وہ انگریزوں کے حامی و ناصر اور اس کے تنخواہ دار ہیں۔

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ نے اس الزام کی سختی سے تردید کرتے ہوئے فرمایا:

”اس کا جواب اس سے بہتر میرے پاس کیا ہے لعنت اللہ علی الکاذبین جس نے ایسا کیا ہو اس پر قیامت تک اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے نیک بندوں کی لعن ہو۔“ (۱)

مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری تحریک خلافت میں مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ کے حریف تھے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ پر انگریز دوستی کا الزام سراسر بے بنیاد تھا جو سیاسی مقاصد کے تحت لگایا گیا تھا اظہار خیال ایک غیر مطبوعہ کتاب (خیابان رضا مرتبہ محمد مرید احمد) میں کیا گیا ہے جس پر ڈاکٹر مسعود احمد نے مقدمہ لکھا ہے۔

دراصل مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ کافر و مشرک، یہود و نصاریٰ، آتش پرست و ستارہ پرست سب ہی کو مسلمانوں کا دشمن سمجھتے تھے چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

کافر، ہر فرد و فرقہ دشمن مارا

مرتد، مشرک، یہود و گبر و ترسا (۲)

(۱) السواد الاعظم (مراد آباد) شمارہ جماعی الاول ۱۳۳۹ھ - ۱۹۲۰ء ص: ۳۰

(۲) محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، حصہ سوم، مطبوعہ بریلی ص: ۹۹

(ترجمہ کافر بلکہ ہر فرد و فرقہ ہمارا دشمن ہے، خواہ وہ مرتد ہو، مشرک ہو، یہودی ہو، عیسائی ہو یا آتش

پرست۔

لیکن ان سب میں وہ کافر و مشرک کو مسلمانوں کا دشمن جانی سمجھتے تھے تاریخی واقعات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے زمانے میں ہندو مسلم اتحاد کی سختی سے مزاحمت کی۔

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی مسٹر گاندھی کی قیادت کو مسلمانان ہند کے لیے مہلک سمجھتے تھے اس مسئلے پر انہوں نے اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی محلی (۱۳۴۴ھ - ۱۹۲۶ء) سے سخت اختلاف کیا۔ دونوں کے درمیان تفصیلی مراسلت ہوئی جو مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے صاحبزادے مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں نے ۱۲۳۹ھ - ۱۹۲۱ء میں تین حصوں میں بریلی سے شائع کردی اس کا عنوان ہے:

الطاری الداری لکھنؤات عبدالباری

مولانا عبدالباری مسٹر گاندھی کی قیادت پر یقین رکھتے تھے جب کہ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی اس کو مسلمانوں کے لیے قاتل سمجھتے تھے۔ مولانا عبدالباری جیسے پر مسٹر گاندھی کا جادو چل جانا مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے لیے حیرت ناک تھا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

یارب چہ کردست فسوں دم گاندھی

لیڈر پس رو، امام اقدم گاندھی؟ (۱)

خلافت کمیٹی (۱۹۱۹ء) میں مسٹر گاندھی اور دوسرے ہندو کو صدر ممبر بنایا گیا دوستی و محبت اس حد تک پہنچی کہ ہندو لیڈروں کی موت پر مساجد میں فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت کی گئی۔ ان دل گزار حالات کو دیکھ کر مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ دل سوزی کے ساتھ کہتے ہیں۔

مرتد را صدر و مشرکاں را ارکاں کروند مرتد و اصنا میاں

ہم نماز، ہم دعوت عفو واللہ کہ مسخ شد زولہا ایمان (۱)

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ کس طرح گوارہ نہ کرتے تھے کہ مسلمان گاندھی کے لیے سواری کا کردار کریں۔

اقبال نے کہا تھا:

ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر!

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ بھی مسلمانان ہند کو اس الوالعزمی اور غیرت کا درس دیتے ہوئے نصیحت کرتے ہیں۔

مشرک نہ بکو سواری باید کرد

اور نہایت رعب، جلال کے ساتھ کہتے ہیں

گاندھی زن و گاندھی افگن

مسٹر گاندھی تحریک خلافت میں مسلمانوں کے ہم نوا تھے مگر اندرون خانہ وہ مسلمانوں کی اس سیاسی بیداری سے اپنا مدعا حاصل کرنا چاہتے تھے وہ مدعا سوراج یعنی ہندو راج کے سوا کچھ نہ تھا۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ کی سیاسی بصیرت نے اس راز کو پالیا تھا چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

گاندھی پاسوراج دلش بشکا قد (۳)

اسی لیے مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا خیال تھا کہ تحریکِ خلافت میں مسٹر گاندھی کی شرک سے اور تحریکِ ترکِ موالات میں مسٹر گاندھی کی قیادت سے سراسر ہندوؤں کو فائدہ ہوگا اور مسلمانوں کو نقصان چنانچہ وہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

از بازوئے تو نظامِ دین گاندھی ست
قائم نہ تو انتظامِ دین گاندھی ست

اور یہ کوئی جذباتی تاثرات نہ تھے بلکہ حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ فرانس کے مشہور مستشرق کوئی مالینوں (۱۹۶۲ء-۱۸۸۳ء) تحریکِ خلافت کے زمانے میں ۳۷ پروفیسر تھے۔ اسی زمانے میں پیرس میں سید سلیمان ندوی سے ان کی ملاقات ہوئی جو تحریکِ خلافت کے سلسلے میں وہاں گئے تھے۔ پروفیسر موصوف نے ان کو اور دوسرے عمائدین کو گاندھی سے متاثر دیکھ کر یہ نتیجہ نکالا کہ وہ مسلمانوں سے کچھ اونچی چیز ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

For perhaps the first time in human history a man had arisen who had influence on people of other religions with constructive social results. (1)

مسلم علماء و عمائدین کی مسٹر گاندھی سے وابستگی کی وجہ سے پروفیسر ماسینوں مسٹر گاندھی سے اس حد تک متاثر نظر آتا ہے کہ وہ یہاں تک لکھ گیا:

Who was the last of Saints (2)

(1) Guilis Basetti-Sani: Prophet of inter religious reconciliation, Chicago

یعنی مسٹر گاندھی ”خاتم الاولیاء“ تھے۔ اگر مسلمان علماء و عمائدین مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی نصیحت پر عمل کرتے اور اس کے ہم نوا نہ ہوتے تو پروفیسر موصوف اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوتا لہذا مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا یہ کہنا غلط نہ تھا۔

از بازوئے تو نظام دین گاندگی ست
قائم نبہ و انتظام دین گاندھی ست

بریلوی کے نزدیک سیاسی و معاشی و مذہبی سطح پر یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین سب مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ اس لیے یہ کہنا کہ ہندوؤں کے ساتھ مروت کا برتاؤ کرو اور انگریز کے ساتھ نفرت و حقارت کا، سراسر حماقت ہے۔ ان میں سے کوئی ایک نہ دوستی کے لائق ہے اور نہ مروت و محبت کے۔
مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کہتے ہیں:

کافر، ہر فرد و فرقہ دشمن مارا
مرتد، مشرک، یہود و گبر و ترسا
مشرک رابندہ باش و بانصرانی
ہر کارحراءین ست ز شیطان فتویٰ (۱)

یہود و نصاریٰ اور ہندو کے چنگل سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے جہاں قوت ایمانی کی ضرورت تھی وہاں معاشی و اقتصادی قوت کی بھی ضرورت تھی۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے تحریر و تقریر کے ذریعہ ایک طرف ملت مسلمہ کی قوت ایمانی کی پاسداری کی تو دوسری طرف معاشی و اقتصادی قوت حاصل

کرنے کے لیے ایک لائحہ عمل پیش کیا۔ چنانچہ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ کو کلکتہ سے ایک مفتی حاجی لعل خاں نے استفتاء بھیجا جس میں سوال کیا گیا تھا:

۱۔ ارشاد ہو کہ آج کل مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟ (۱)

۲۔ امداد ترک کا کیا طریقہ ہو؟ (۲)

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے ان سوالات کے جواب میں ایک رسالہ لکھا جس کا عنوان ہے:

تدبیر فلاح و نجات و اصلاح

۱۳۳۱ھ - ۱۹۱۳ء

اس رسالے میں مذکورہ بالا سوالات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”آپ پوچھتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟ اس کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں؟ اللہ عزوجل

نے تو مسلمانوں کی جان مال جنت کے عوض خریدے ہیں:

ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة

مگر ہم ہیں کہ بیع دینے سے انکار اور دشمن کے خواستگار۔ ہندی مسلمانوں میں یہ طاقت کہاں کہ وطن و

مال و اہل و عیال چھوڑ کر ہزاروں کوس جائیں اور میدان جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ دیں۔ مگر مال دے سکتے

ہیں: اس کی حالت بھی سب آنکھوں دیکھ رہے ہیں۔ وہاں مسلمانوں پر یہ کچھ گزر رہی ہے یہاں وہی جسلے

ہیں، وہی رنگ، وہی ٹھٹھر، وہی اُمنگ، وہی تماشے، وہی بازیاں، وہی غفلتیں، وہی فضول خرچیاں۔ ایک بات

کی بھی کمی نہیں۔ (۳)

(۱) احمد رضا خاں: تدبیر و نجات و اصلاح، مطبوعہ لاہور ص: ۲

(۲) ایضاً ص: ۲

(۳) ایضاً ص: ۴

بہتر ہے کہ مسلمان اپنی سلامت روی پر قائم رہیں، کسی شریق قوم کی چال نہ سیکھیں اپنے اوپر مفت کی بدگمانی کا موقع نہ دیں۔ (۱)

پھر ملت اسلامیہ کی اخلاقی و معاشی فلاح و بہبود کے لیے اپنی تجاویز کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اولاً: بابتہ ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو، اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔ (۲)

ثانیاً: اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا اپنی حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے۔ یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھرتا بنا کچھ صناعی کی گھڑنت کر کے، گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔ (۳)

ثالثاً: بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدارس، حیدر آباد وغیرہ کے تو نگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لپی بینک کھولتے، سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے مگر اور سوطریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اسی کا ایک نہایت آسان طریقہ کتاب کفل الفقہ لفہم میں چھپ چکا ہے۔ (۴)

(۱) ایضاً ص: ۵ (۲) ایضاً ص: ۵

(۳) ایضاً ص: ۶، ۵

نوٹ: یہ اس زمانے کی بات ہے جو سونے اور چاندی کے سکے چلا کرتے تھے اور جو چیز خریدی جاتی تھی اس کے عوض کھرا سونا، چاندی دیا جاتا تھا جس کے لیے غریب دنیا آج تک ترس رہی ہے۔ مولانا بریلوی نے اسی ستم ظریفی کی طرف اشارہ کیا اور مسلمانوں کو تجارت کرنے اور انڈسٹریاں لگانے کی ہدایت کی۔

معاشیات و اقتصادیات بظاہر سیاسیات سے الگ نظر آتے ہیں مگر دور جدید میں تو بیشتر سیاسی نشیب و فراز اسی کے مرہون منت ہیں۔ اس لیے جس کو سیاسی بصیرت حاصل ہے وہ معاشیات سے پہلو تہی نہیں کر سکتا۔ (ڈاکٹر مسعود احمد)

(۴) قیام مکہ معظمہ کے زمانے میں دو علمائے مکہ مولانا عبداللہ احمد میر دادا امام مسجد الحرام اور ان کے استاد مولانا حامد احمد محمد جدادی نے

نوٹ کے متعلق مولانا بریلوی سے ایک استفتاء لیا۔ مولانا بریلوی نے اس کے جواب میں اپنا عربی رسال کفل الفقہ لفہم فی

رابعاً: سب سے اہم، سب کی جان سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھا منے نے اگلوں کو اندم دارج عالیہ پر پہنچایا، چاروانگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا اور اس کے چھوڑنے میں پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم (۱)

مندرجہ بالا چار تجاویز پیش کرنے کے بعد اس کی روشنی میں مسلمانان ہند کی حالت کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اوّل پر یہ عمل ہے کہ گھر کے فیصلے میں اپنے دعوے سے کچھ بھی کمی ہو تو منظور نہیں اور کچھری جا کر اگر چہ گھر کی بھی جائے، ٹھنڈے دل سے پسند، گرہ گرہ پھر زمین پر طرفین سے دو دو ہزار بگڑ جاتے ہیں۔ کیا آپ ان حالتوں کو بدل سکتے ہیں؟ فہل انتم متہون؟ (۲)

دوم کی یہ کیفیت ہے کہ اول تو خاندانی لوگ حرفت و تجارت کو عیب سمجھتے ہیں اور ذلت کی نوکریاں کرتے، ٹھوکریں کھانے، حرام کا کرنے، حرام مال کھانے کو فخر و عزت اور تجارت کریں بھی تو خریداروں کو اتنا حس نہیں کہ اپنی ہی قوم سے خریدیں، ہندو تجارت کے اصول جانتا ہے کہ جتنا تھوڑا نفع رکھے اتنا ہی زیادہ ملتا ہے اور مسلمان صاحب چاہتے ہیں کہ سارا نفع ایک ہی خریدار سے وصول کر لیں، ناچار خریدنے والے مجبور ہو کر ہندو سے خریدتے ہیں کیا تم یہ عادتیں چھوڑ سکتے ہو؟ فہل انتم متہون؟ (۳)

(۱) احمد رضا خاں: تدبیر فلاح و نجات و اصلاح، مطبوعہ لاہور ص: ۶۰

(۲) ایضاً ص: ۷۰

(۳) ایضاً ص: ۷۰

سوم کی یہ حالت ہے کہ اکثر امراء کو اپنے ناجائز عیش سے کام ہے، ناچ رنگ وغیرہ بے حیائی یا بے ہودگی کے کاموں میں ہزاروں، لاکھوں اڑادیں۔ وہ ناموری ہے، ریاست ہے اور مرتے بھائی کی جان بچانے کو ایک خفیف رقم دینا ناگوار (۱)

چہارم کا حال ناگفتہ بہ ہے کہ انٹرنس پاس کو رزاق مطلق سمجھا ہے۔ وہاں نوکری میں عمر کی شرط، پاس کی شرط پھر پڑھائی وہ مفید کہ عمر بھر کام نہ آئے نہ اس نوکری میں اس کی حاجت پڑے۔ (۲)

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ نے دور جدید کے نصاب تعلیم کی عدم افادیت اور اضاعت پر جو تنقید کی ہے وہ بڑی حد تک درست معلوم ہوتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اے اللہ میں اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں کے لیے نفع بخش نہ ہو۔“

جو علم دین و دنیا دونوں کے لیے غیر مفید ہو وہی غیر مفید ہے۔ ہمارے نصاب تعلیم میں بہت سے ایسے علوم ہیں جو رسماً پڑھائے جاتے ہیں۔ ۱۴ برس میں بی۔ اے کرنے کے بعد بہت سے طاق نسیاں کی نذر ہو جاتے ہیں۔ ایک دو جن سے زندگی میں سابقہ پڑتا ہے یاد رہتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ مفید تعلیم دی جائے مگر جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس کے برعکس ہے۔

اس کے علاوہ ہمارے نصاب میں ایک اور خامی ہے، آرٹس اور سائنس کو الگ الگ خانوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ آرٹس سے انسان بنتے ہیں اور سائنس سے مشین۔ انسان، مشین کا کام نہیں کر سکتا اور مشین، انسان کا کام نہیں کر سکتی اور ہم کو بیک وقت انسان و مشین دونوں کی ضرورت ہے۔

کاروبار جہاں سنورتے ہیں
ہوش جب بخودی سے ملتے ہیں

دونوں علوم و فنون اسی وقت انسانیت کے لیے مفید ہوں گے جب ان دونوں کو ملا دیا جائے۔

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ اپنی تجاویز پیش کرنے اور ان کا تجزیہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”یہ وجوہ ہیں، یہ اسباب ہیں، مرض کا علاج چاہنا اور سبب قائم رکھنا، حماقت نہیں تو کیا ہے جس کی زندہ مثال یہ ترکوں کا تازہ واقعہ ہے۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم

اہل الرائے ان وجوہ پر نظر فرمائیں اگر میرا خیال صحیح ہو تو ہر شہر و قصبے میں جلسہ کریں اور مسلمانوں کو ان چار باتوں پر قائم کر دیں پھر آپ کی حالت خوبی کی طرف نہ بدلے تو شکایت کیجئے۔ (۱)

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ کے نزدیک اخلاقی اور معاشی حالت سنورے بغیر ملت کا میدان جنگ میں کودنا ناقبت اندیشی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ ۱۹۱۲ء اور ۱۹۲۱ء کے درمیان ترکوں پر بے پناہ مصائب آئے مگر غیر منقسم ہندوستان میں ایسے حالات نہ تھے کہ مسلمان انگریزوں سے ٹکر لیتے، ہر کام کا ایک

وقت ہوتا ہے اور اس کی پہچان ایک دیدہ ور سیاست داں کے لیے کچھ زیادہ مشکل نہیں، یہی وجہ ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال اس زمانے میں کچھ زیادہ فعال نظر نہیں آتے۔ بہت عرصے بعد ۱۹۳۰ء میں وقت آیا جب ہندوستان کے طول و عرض میں آزادی کی بھرپور تحریک چلائی گئی جو بالآخر ۱۹۴۷ء میں کامیابی سے ہم کنار ہوئی۔ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ نے یہ بات شدت سے محسوس کی۔ ۱۹۱۲ء اور ۱۹۲۱ء کے درمیانی عرصہ ایسا نہ تھا جس میں آزادی کے لیے کوئی کامیاب تحریک چل سکتی بے بسی اور بے زری میں حکومت سے ٹکر لینا ان کے نزدیک مسلمانوں کے لیے مفید نہ تھا اس لیے وہ کہتے ہیں:

رب العزت ہلاک کر وہ پیشک
نمرود زپشہ، ابرہہ از مرغک
اما بخوارق اعتماد و اسباب
بگر رشتن کا۔ احمق و اہلک (۱)

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلویؒ نے اس دور میں وحدت ملت اسلامیہ کے لیے کوشش کی جب قائد اعظم محمد علی جناح اور ڈاکٹر محمد اقبال جیسے مسلم رہنما ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے۔ ۱۹۱۲ء میں قائد اعظم نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں فرمایا:

قو موار اختلاف کسی صورت میں برداشت نہیں کر سکتا۔ (۲)
اور ہندو مسلم اتحاد پر قائد اعظم کے غیر متزلزل یقین کو دیکھتے ہوئے مسٹر گوکھلے نے یہ پیش گوئی کی:
”وہ ہندو مسلم اتحاد کے زبردست علم بردار بنیں گے۔“ (۳)

(۱) احمد رضا خاں: الطاری الداری، حصہ سوم ص: ۹۹

(۲) خدا بخش اظہر: مسلم لیگ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۵۹ھ۔ ۱۹۳۰ء ص: ۱۴

(۳) ایضاً

ہندو مسلم اتحاد کی ان فضاؤں میں مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے وحدت ملی کا چراغ روشن کیا، ان کی پوری زندگی اسی مشن کے لیے وقف ہو کر رہ گئی اور اس کوشش میں انہوں نے ۱۳۴۰ھ کو سفر آخرت اختیار کیا، سیاست ملت اسلامیہ میں مولانا بریلوی کا کردار بالکل بے داغ نظر آتا ہے۔ قائد اعظم اور ڈاکٹر اقبال کے سیاسی افکار میں تبدیلی کے جہاں اور اسباب ہیں وہاں ایک بڑا سبب وحدت ملت اسلامیہ کے لیے مولانا بریلوی کی بے پناہ استقامت و عزیمت بھی ہو سکتا ہے۔ جس زمین پر قائد اعظم نے نظریہ پاکستان کی بنیاد رکھی اس کی تیاری میں مولانا بریلوی نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

مولانا محمد علی جوہر نے ڈاکٹر اقبال کے لیے کہا تھا کہ ان کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانان ہند کے دلوں میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی لگن لگادی۔ مگر یہ بہت بعد کی بات ہے جس وقت ڈاکٹر محمد اقبال ہندو مسلم اتحاد کی باتیں کر رہے تھے اور اپنے ترانوں سے ہندوستانی قومیت کا جذبہ پیدا کر رہے تھے۔ فاضل بریلوی ہندوستان کے طول و عرض میں مسلمانوں کے دلوں میں عشق مصطفیٰ ﷺ کے چراغ روشن کر رہے تھے، ڈاکٹر اقبال کے ہاں فاضل بریلوی کی آواز بازگشت سنائی دیتی ہے۔

ہندوستان کے بعض سیاسی قومی رہنما انگریزوں کو مسلمانوں کا خیر خواہ سمجھتے تھے اور ہندوؤں کو بدخواہ اور بعض رہنما ہندوؤں کو خیر خواہ سمجھتے تھے اور انگریزوں کو بدخواہ، فاضل بریلوی ہندوؤں اور انگریزوں دونوں کو مسلمانوں کا بدخواہ سمجھتے تھے، ہندوؤں کے خلاف انہوں نے جو جدوجہد کی اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ انگریزوں کے خلاف ان کے جذبات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب ۱۸۹۳ء-۱۳۱۱ھ میں ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا تو اس کے منشور میں یہ بات بھی سامنے آئی:

”گورنمنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے، اس کے معاملے کو خدا کی رضا اور ناراضی کا حال کھل سکتا ہے۔ (۱)

مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے اہل ندوہ کے اس خیال کی سخت گرفت کی نہ صرف خلوت میں بلکہ جلوت میں بھی۔ چنانچہ ۱۹۰۰ء۔ ۱۳۱۸ھ میں پٹنہ کے عظیم الشان جلسہ عام میں (جو ایک ہفتہ جاری رہا اور جس میں ہندوستان کے سربراہ اور صوفیہ علماء شریک تھے) چار گھنٹے سے زیادہ طویل تقریر میں اس قسم کے خیالات پر بھی تنقید کی اور مسلمانان ہند کو اس سے باز رہنے کی تلقین کی۔ اس کے علاوہ اپنے رسائل اعلام الاعلام، تدبیر فلاح و نجات اور الطاری الداری میں انگریزوں کے خلاف جو کچھ لکھا ہے وہ اوپر گزر چکا۔

(ج) مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور برصغیر کی تحریکات باطلہ

القادیانیت، دیوبندیت اور وہابیت

قادیانیت

واضح رہے کہ قادیان (پنجاب) میں ایک شخص پیدا ہوا جس کا نام مرزا غلام احمد تھا چونکہ ازلی شقاوت و بدبختی اس کی قسمت میں لکھی تھی اس لیے ۱۸۹۱ء میں اس نے حیات مسیح علیہ السلام کا انکار کرتے ہوئے خود ہی مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۰ء میں ختم نبوت کے عقیدے کو لغو و باطل کہہ کر خود نبی بن بیٹھا۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے۔

یہ کس قدر لغو و باطل عقیدہ ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے وحی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے۔ (۱)

علماء اہل سنت نے اس فتنہ کا جم کر مقابلہ کیا سیکڑوں مناظرے کیے اور اس کے اثرات زائل کرنے کی ہر ممکن تدبیر اختیار کی۔ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اس کے خلاف متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ اس کے عقائد کی کچھ تفصیلات حسام الحرمین میں آپ نے اس طرح تحریر فرمائی ہیں۔

”ان میں سے ایک فرقہ مرزائیہ ہے اور ہم نے اس کا نام غلامیہ رکھا ہے۔ غلام احمد قادیانی کی طرف نسبت کرتے ہوئے وہ ایک دجال ہے جو اس زمانہ میں پیدا ہوا کہ ابتداءً مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا اور اللہ اس نے سچ کہا کہ وہ مسیح دجال کذاب کا مثیل ہے پھر اسے اور اونچی چڑھی اور وحی کا ادعاء کیا اور اللہ وہ اس میں بھی سچا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ دربارہ شیاطین فرماتا ہے۔ ”ایک ان کا دوسرے کو وحی کرتا ہے بناوٹ کی بات دھوکے کی۔“

رہا اس کا اپنی وحی کو اللہ سبحنہ کی طرف نسبت کرنا اور اپنی کتاب براہین احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کی کتاب بتانا یہ بھی شیطان ہی کی وحی سے ہے کہ لے مجھ سے اور نسبت کر رب العلمین کی طرف۔ پھر دعویٰ نبوت و رسالت کی صاف تصریح کر دی اور لکھ دیا کہ۔ اللہ وہی ہے جس نے اپنا رسول قادیان بھیجا اور زعم کیا کہ ایک آیت اس پر یہ اُتری ہے کہ ”ہم نے اسے قادیان میں اُتارا اور حق کے ساتھ اُترا اور زعم کیا کہ وہی وہ احمد ہے جن کی بشارت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی تھی اور ان کا یہ قول جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔ میں بشارت دیتا آیا ہوں اس رسول کی جو میرے بعد تشریف لانے والے ہیں جن کا نام پاک احمد ہے، اس سے میں ہی مراد ہوں اور زعم کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا ہے کہ اس آیت کا مصداق تو ہی ہے کہ اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔

پھر اپنے نفس لئیم کو بہت انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل بتانا شروع کیا اور گروہ انبیاء علیہم السلام سے کلمہ خدا روح و رسول خدا عز و جل عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تنقیص شان کے لیے خاص کر کے کہا۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

اور اس سے جب مواخذہ ہوا کہ تو اپنے آپ کو رسول خدا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مثیل بتاتا ہے۔ تو وہ عقل کو حیران کر دینے والے معجزے کہاں ہیں، جو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا کرتے تھے۔ جیسے مردوں کو جلانا اور مادرزاد اندھے اور بدن بگڑے کو اچھا کرنا۔ اور مٹی سے ایک پرند کی صورت بنانا۔ پھر اس میں پھونک مارنا۔ اس کا حکم خدا عز و جل سے پرندہ ہو جانا۔

تو اس کا یہ جواب دیا کہ عیسیٰ یہ باتیں مسمریزم سے کرتے تھے (کہ انگریزی میں ایک قسم کے شعبدے کا نام ہے) اور لکھا کہ میں ایسی باتوں کو مکروہ نہ جانتا تو میں بھی کر دکھاتا۔

اور جب پیشین گوئی کرنے کی عادت اسے پڑی ہوئی ہے اور پیشینگوئیوں میں اس کا جھوٹ نہایت کثرت سے ظاہر ہوتا ہے تو اپنی اس بیماری کی یہ دوا نکالی کہ پیشینگوئیاں جھوٹی ہو جانا کچھ نبوت کے منافی نہیں کہ پہلے چار سو انبیاء کی پیشینگوئیاں جھوٹی ہو چکی ہیں اور سب میں زیادہ جس کی پیشینگوئیاں جھوٹی ہوئیں وہ

عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

اور یوہن شقاوت کی سیڑھیاں چڑھتا گیا یہاں تک کہ انہیں جھوٹی پیشینگوئیوں میں واقعہ حدیبیہ کو گنا دیا۔ تو اللہ کی لعنت ہو اس پر جس نے کسی نبی کو ایذا دی اور اللہ تعالیٰ کی درودیں اور برکتیں اور سلام اس کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر۔

اور جب کہ اس نے چاہا کہ مسلمان زبردستی اس کو ابن مریم بنالیں اور مسلمان اس پر راضی نہ ہوئے اور عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے فضائل انہوں نے پڑھنا شروع کیے تو لڑائی کے لیے اٹھا اور عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں غیب اور خرابیاں بتانی شروع کیں۔ یہاں تک کہ ان کی والدہ ماجدہ تک ترقی کی جو صدیقہ ہیں۔ اور غیر خدا سے بے علاقہ۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی گواہی سے چنی ہوئی اور ستھری اور بے عیب ہیں اور تصریح کر دی کہ یہودی جو عیسیٰ اور ان کی ماں پر طعن کرتے ہیں ان کا ہمارے پاس کچھ جواب نہیں۔ نہ ہم اصلاً ان پر رد کر سکتے ہیں اور ان پاک بتوں کو اپنی طرف سے اپنے خبیث رسالوں میں بالحدودہ عیب لگائے کہ مسلمان پر جن کا نقل کرنا بھی گراں ہے اور تصریح کر دی کہ عیسیٰ کی نبوت پر کوئی دلیل نہیں بلکہ متعدد دلیلیں ان کے بطلان نبوت پر قائم ہیں۔

پھر اس خوف سے کہ تمام مسلمان اس سے نفرت کر جائیں گے۔ یوں اپنے کفر پر پردہ ڈالا کہ ہم انہیں صرف اس وجہ سے نبی مانتے ہیں کہ قرآن مجید نے انہیں انبیاء میں شمار کر دیا ہے۔ پھر پلٹ گیا اور بولا کہ ان کی نبوت کا ثبوت ممکن نہیں۔

اور اس کے اس قول میں جیسا کہ دیکھ رہے ہو۔ قرآن مجید کا بھی جھٹلانا ہے کہ اس نے ایسی بات کہی جس کے بطلان پر دلائل قائم ہیں۔ ان کے سوا اس کے کفریات ملعونہ اور بہت ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کے اور تمام دجالوں کے شر سے پناہ دے۔ (۱) (آمین)

قیام پاکستان کے بعد علماء اہل سنت اور حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے خلفاء و تلامذہ اور معتقدین نے قادیانیت کو بیخ دین سے اکھاڑ پھینکنے کا جو قابل رشک اور عدیم التطیر کارنامہ انجام دیا ہے اس کی

طویل اور تفصیلی تاریخ کے چند اہم گوشے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

سرکاری مسودہ قانون میں مسلمان کی تعریف نہیں کی گئی تھی اور چودھری سرظفر اللہ خاں وزیر خارجہ کے ہدایات بھی دن بدن بڑھ رہے تھے جس کے جائزہ کے لیے برکت علی اسلامیہ ہال میں دسمبر ۱۹۵۲ء میں ایک کنونشن بلایا گیا جس میں حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی مدظلہ العالی نے خصوصی طور پر شرکت فرما کر حاضرین کے حوصلوں اور اُمنگوں میں اضافہ فرمایا۔ کنونشن نے مطالبہ کیا کہ سرظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے ہٹایا جائے اور مسلمان ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کو آخری حجت تسلیم کرے جو لوگ ایسا نہ کریں یا حضور ﷺ کی کسی تعلیم میں مسلمانوں کی کثرتِ رائے کی پابندی قبول نہ کریں انہیں آئین پاکستان کے تحت غیر مسلم اقلیت قرار دینا چاہیے اور اسے اسلامی حکومت بننے کے لیے ضروری ہے کہ ہر محکمہ کے کلیدی عہدوں پر وہی افراد رکھے جائیں جو خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کو آخری حجت تسلیم کریں۔

ان مطالبات کو منوانے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور تحریک کو منظم کرنے کے لیے ایک مجلس عمل بنائی گئی جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء شریک تھے اور سب نے علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری المتوفی (۱۹۶۱) (خلیفہ حضرت فاضل بریلوی) کو اس مجلس عمل کا صدر چنا۔ جن کے بارے میں سید مظفر علی شمشی کا بیان ہے۔

”میں اس وقت مجلس عمل کا سیکریٹری تھا ہر جلسہ میں مجھے موصوف کے قریب رہنے کا موقع ملا۔ میں ان سے بہت متاثر تھا انہیں ہر اسٹیج پر باعمل پایا۔ خواجہ ناظم الدین مرحوم وزیر اعظم سے ہر ملاقات میں مولانا کے ہمراہ رہا۔ جس شان سے موصوف نے قوم کے مطالبات پیش کیے انہی کا حصہ تھا۔ ہر ملاقات کے بعد خواجہ صاحب اکثر حضرت مولانا کے پیچھے نماز پڑھتے اُن کی شخصیت اور اُن کے علم و فضل کا اقرار کرتے۔ مولانا ہر ملاقات میں اُن سے ایک ہی خواہش کا اظہار کرتے کہ شمع رسالت ﷺ کے پروانوں کے مطالبات تسلیم کریں۔ اس سلسلے میں مولانا نے پورے ملک کا دورہ کیا اور ختم نبوت کے سلسلے میں لاکھوں مسلمانوں سے خطاب کیا۔ میں حیران تھا کہ ایک گوشہ نشین عالم کس طرح اس مسئلے کے لیے بیقرار ہے میں نے اکثر موصوف کو مسلمانوں کے لیے رو رو کر دعائیں مانگتے دیکھا ہے۔“

مطالبات منظور نہ ہونے پر ڈاکٹر ایکشن کا جب اعلان ہوا تو اسی شب حضرت مولانا کی قیادت میں ان کے رفقاء کو گرفتار کر لیا گیا جس کے بعد یہ تحریک ملک گیر پیمانے پر زور پکڑ گئی اور آپ کو ایک روز اچانک یہ اطلاع ملی کہ مولانا خلیل احمد قادری خطیب مسجد وزیر خاں لاہور کو مارشل لاء حکومت نے پھانسی کی سزا دیدی ہے۔ اپنے اکلوتے فرزند کے بارے میں یہ رُوح فرسا خبر سُن کر سجدے میں گر گئے اور عرض کی۔ الہی! میرے بچے کی قربانی منظور فرما۔ (۱)

ڈیڑھ ماہ تک کراچی سینٹرل جیل میں رکھنے کے بعد آپ کو سکھر سینٹرل جیل میں نظر بند کر دیا گیا جس میں آپ کے علاوہ مولانا عبدالحامد بدایونی صاحب (المتوفی ۱۹۷۰)، زادہ فیض الحسن، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور سید مظفر علی شمشی بند تھے۔

(قادیانیت کے حوالے سے امام احمد رضاؒ اور ان کے خلفاء نے جو کردار ادا کیا۔ اس کی تفصیلی حالات بتصرف کتاب ”مولانا احمد رضا خان بریلویؒ اور بدعات و منکرات“ مولفہ محمد یسین اختر مصباحی سے نقل کر رہے ہیں)۔

وہابیت

وہابیہ منسوب بہ رئیس الخوارج محمد بن عبدالوہاب نجدی ہیں اس نے تمام اہل اسلام کو کھلم کھلا کافرو مشرک بنایا حرمین شریفین پر حملہ کیا اور کوئی دقیقہ گستاخی و بے ادبی و شرارت و ظلم و قتل و غارت کا اٹھانہ رکھا اور ساری دنیائے اہل سنت و جماعت کے لیے فتنہ اور وبال عظیم ثابت ہوا ہزاروں علماء نے اس کے خلاف جہاد بالسیف والقلم کیا۔ کتابیں اور مضامین لکھے اس کی کتاب التوحید کا رد کیا۔ ہندوستان میں وہابیت کے داعی اوّل شاہ محمد اسماعیل دہلوی ہیں۔ جنہوں نے اپنی مختلف کتابوں اور بالخصوص تقویۃ الایمان کے ذریعہ اس خطرناک بیج کا زہر پورے غیر منقسم ہندوستان میں بو کر پورے ملک میں افتراق بین المسلمین کی آگ لگادی اور ہر گھر سنیت و وہابیت کے اختلاف و انتشار کے شعلوں میں دھکنے لگا۔ علماء اسلام نے یہاں بھی اس کا مقابلہ کیا۔ جامع مسجد دہلی میں اس سے مناظرہ ہوا جس میں تمام علماء دہلی اس کے خلاف تھے سیکڑوں کتابیں اس کے رد میں لکھی گئیں۔

تقویۃ الایمان جس سے مسلمانان ہند میں اختلاف و انتشار کی تخم ریزی ہوئی اس کے بارے میں خود اس کے مصنف شاہ اسماعیل دہلوی کا بھی اندازہ تھا بلکہ انہیں اس سے پیدا ہونے والے فتنے کا بخوبی علم اور کامل یقین بھی تھا جیسا کہ ان کے الفاظ سے یہ باتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔

”میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں چانتا ہوں کہ اس میں بعض ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے۔ شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔

ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس اشاعت سے شورش ضرار ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک

ہو جائیں گے۔ (۱)

اپنے اصحاب علم و فضل اسلاف کے مسلک سے انحراف کا عالم یہ تھا کہ جب ”رفع یدین“ کرنے لگے تو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ایماء پر حضرت شاہ عبدالقادر نے شاہ محمد یعقوب کے ذریعہ رفع یدین چھوڑنے کا پیغام دیا اس پر شاہ اسماعیل نے کہا کہ عوام کے فتنہ کا خوف کیا جائے تو اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا کہ جو شخص میری امت میں فساد کے قوت میری سنت پر عمل کرے گا اس کو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

اس جواب پر حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی نے ارشاد فرمایا:

بابا! ہم تو سمجھتے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا۔ مگر وہ تو ایک حدیث کا معنی بھی نہ سمجھا۔ یہ حکم تو اس وقت ہے جب کہ سنت کے مقابل خلاف سنت ہو اور ماخن فیہ میں سنت کا مقابل خلاف سنت نہیں بلکہ دوسری سنت ہے کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے یونہی ارسال (رفع یدین نہ کرنا) بھی سنت ہے۔ (۱)

شاہ اسماعیل نے ہندوستان میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کی وہابیت کو اس کتاب کے ذریعہ فروغ بخشا۔ اور اپنی دعوت کو جب عام کرنے کی کوشش کی تو صوفیاء و مشائخ کرام نے بھی اس کی زبردست مزاحمت کی۔ چنانچہ حضرت شاہ محمد مظہر نقشبندی مجددی مہاجر مدنی اپنے والد گرامی حضرت شاہ احمد سعید نقشبندی مجددی دہلوی (قدس سرہما) کے بارے میں صراحت کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں۔

وَلَمْ يَذْكُرْ أَحَدًا بِالسُّوْعِ إِلَّا الْفِرْقَةَ الضَّالَّةَ الْوَهَابِيَّةَ لِتَحْذِيرِ النَّاسِ مِنْ قَبَاحَةِ أَفْعَالِهِمْ وَأَقْوَالِهِمْ

اس کے بعد اسی صفحہ کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وَكَانَ قُدْسٌ سِرُّهُ يَقُولُ أَذْنَى ضَرَرٍ صُحْبَتِهِمْ أَنَّ مَحَبَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي هِيَ مِنْ أَعْظَمِ أَرْكَانِ الْإِيمَانِ تَنْقُصُ سَاعَةً فَسَاعَةً حَتَّى لَا يَبْقَى مِنْهَا غَيْرُ الْأَسْمِ وَالرَّسْمِ فَكَيْفَ يَكُونُ أَعْلَاهُ فَالْحَذَرُ الْحَذَرُ عَنْ صُحْبَتِهِمْ ثُمَّ الْحَذَرُ الْحَذَرُ عَنْ رُؤْيَتِهِمْ فَاحْفَظْهُ (منہ)

ترجمہ: حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کسی شخص کا تذکرہ بُرائی کے ساتھ نہ کرتے مگر فرقہ ضالہ وہابیہ کا۔ مقصد یہ ہوتا کہ لوگوں کو ان کے افعال و اقوال کی بُرائیوں سے ڈرائیں۔ حضرت شاہ احمد سعید صاحب فرمایا کرتے کہ وہابیوں کی صحبت کا معمولی اثر یہ ہوتا ہے کہ محبت نبی اکرم ﷺ جو دین کا ایک رکن اعظم ہے

وہ لمحہ بہ لمحہ کم ہو جاتی ہے یہاں تک کہ صرف نام و نشان باقی رہ جاتا ہے جب معمولی ضرر کا یہ حال ہے تو بڑے نقصان کا کیا عالم ہوگا۔

بہت سے علماء اہل سنت نے ان اقوال کی بنا پر قائل کی تکفیر کی ہے مگر حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب۔

سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم (۱)

مشہور غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں نے ایک جگہ لکھا ہے:

ہمارے بعض متاخرین بھائیوں نے شرک کے بارے میں بہت شدت اختیار کی ہے اور اسلام کا دائرہ تنگ کر دیا ہے اور مکروہ یا حرام امور کو شرک قرار دے دیا ہے۔ (عربی سے ترجمہ)

اس کے حاشیہ میں ایسے لوگوں کی نشان دہی کرتے ہوئے تحریر کیا ہے۔

وہ شیخ عبدالوہاب ہیں۔ جنہوں نے ان امور کو شرک قرار دیا جیسا کہ اہل مکہ کی طرف ارسال کردہ اس کے لیے بیٹے محمد اور پوتے عبداللہ کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے۔

اور مولانا محمد اسماعیل شہید نے تقویۃ الایمان میں اکثر امور میں ان کی پیروی کی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے اور شاگرد حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی نے تقویۃ الایمان کے خلاف معید الایمان تحریر فرمائی۔

قائد تحریک آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی نے تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ میں شرح و بسط کے ساتھ اس کا رد تحریر کیا۔ مولانا منور الدین دہلوی متوفی ۱۲۷۳ھ (مولانا خیر الدین مکی کے نانا) حضرت مولانا محمد موسیٰ حضرت شاہ احمد سعید مجددی۔ حضرت شاہ فضل رسول بدایونی وغیرہم علیہم الرحمۃ والرضوان نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ تقویۃ الایمان عقائد و نظریات سے اپنی براءت و بیزاری کا اظہار و اعلان کرتے ہوئے پرزور دلائل و براہین کے ساتھ انکار بلیغ کیا۔

اس دور میں ان کتابوں نے کتنا فتنہ برپا کیا اسے معلوم کرنے کے لیے ہندوستان کے ایک مشہور صاحب قلم اور سیاسی لیڈر مسٹر ابوالکلام آزاد کا بیان بھی ملاحظہ فرمائیں۔

”مولانا اسماعیل شہید۔ مولانا منور الدین (م ۱۳۷۳ھ تلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) کے ہم درس تھے۔ شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انہوں نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھی اور ان کے اس مسلک کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی۔“

ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ سربراہی مولانا منور الدین نے دکھائی متعدد کتابیں لکھیں اور ۱۳۳۸ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد دہلی میں کیا۔ تمام علماء ہند سے فتویٰ مرتب کیا پھر حرمین سے فتویٰ منگایا۔ ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابتداء میں مولانا اسماعیل اور ان کے رفیق اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے داماد مولانا عبدالحی کو بہت کچھ فہائش کی اور ہر طرح سمجھایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث ورد میں سرگرم ہوئے اور جامع مسجد دہلی کا شہرہ آفاق مناظرہ ترتیب دیا جس میں ایک طرف مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحی تھے اور دوسری طرف مولانا منور الدین اور تمام علمائے دہلی۔ (۱)

الحضرت فاضل بریلوی نے ہندوستان کے ان اعیان و ہابیہ (ولامدہ اور نیچریوں) کے خلاف شرعی فیصلہ صادر فرماتے ہوئے لکھا:

وَبِالْجُمْلَةِ هَؤُلَاءِ الطَّوَائِفُ السَّبْعُ كُلُّهُمْ كُفَّارٌ مُرْتَدُّونَ وَخَارِجُونَ عَنِ الْإِسْلَامِ
بِاجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ۔

ان تمام فرق باطلہ کی تکفیر صرف آپ ہی نے نہیں کی بلکہ المستند المستند کی ساری تفصیلات جمع کر کے اپنے مذکورہ شرعی فیصلہ کے ساتھ علماء حرمین طہیین کی خدمت میں پیش کیا۔ چنانچہ سچا سوں مشاہیر علماء اسلام نے اس کی تصدیق کی اور اپنے دستخط و مہر سے اسے نوازا۔ جسے حسام الحرمین علی منخر الکفر والمین کے نام سے طبع کیا گیا۔

اس کے علاوہ ہندوستان میں پشاور سے لے کر بنگال تک کے دو سو ارستھ علماء اہل سنت و مشائخ کرام نے اپنی مبارک تصدیقات سے اس کی تائید و توثیق کی اور اس کا مجموعہ الصوارم الہندیہ کے نام سے شائع ہوا یہ ساری تفصیلات سیکڑوں کتب و رسائل میں مذکورہ ہیں۔

ایک جگہ وہابیوں کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وہابی صاحبو! مسلمان بننا چاہتے ہو تو حضور پر نور محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت سُویدائے دل کے اندر جماؤ جو ان کی جناب عالم مآب میں گستاخی کرے اگر تمہارا باپ بھی ہوا لگ ہو جاؤ۔ جگر کا ٹکڑا ہو دشمن بناؤ۔ بہزار زبان و صد ہزار دل اس سے تیری کرو تماشی کرو۔ اس کے سایہ سے نفرت کرو اس کے نام پر لعنت کرو۔ (۱)

ندویت

شبلی نعمانی بانی دارالمصنفین اعظم گڑھ نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی تاسیس (۱۹۰۸ء) کے وقت جب کہ یوپی کے انگریز لیفٹیننٹ گورنر نے اس کا سنگ بنیاد رکھا اس کی منظر کشی کرتے ہوئے بڑی مسرت و انبساط اور فخر و مباہات کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

”یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ترکی ٹوپیاں اور عمامے دوش بدوش نظر آتے تھے یہ پہلا ہی موقع تھا کہ مقدس علماء عیسائی فرمانروا کے سامنے دلی شکر گزاری کے ساتھ ادب سے خم تھے۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ شیعہ و سنی ایک مذہبی درس گاہ کی رسم ادا کرنے میں برابر کے شریک تھے۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک مذہبی درس گاہ کا سنگ بنیاد ایک غیر مذہب کے ہاتھ سے رکھا جا رہا تھا۔“ (۱)

لکھنؤ کے جلسے میں ابراہیم آروی نے اپنے لیکچر میں صرف لا الہ الا اللہ پر مدار نجات رکھا۔ مولوی عبدالوہاب صاحب لکھنوی مع ہمراہیان یہ فرما کر اٹھ آئے کہ یہاں تو رسالت بھی تشریف لے گئی۔

اسی طرح سنیوں میں سے جو مطلع ہوتا گیا جدا ہوتا گیا یہاں تک کہ اس میں بد مذہب رہ گئے۔ یا تو کھلے مرتدین جیسے رافضی و ہابی وغیرہم یا وہ نام کے سنی جو ان کو اراکین دینی بتاتے اور ان سے اتحاد مناتے۔ ندوہ کا عقیدہ یہ ہے کہ نیچری، وہابی، قادیانی، رافضی، سنی سب اہل قبلہ ہیں۔ لہذا سب مسلمان ہیں۔ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں۔ خدا سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے۔ جیسے برٹش گورنمنٹ کہ اسے اس کی رعیت کے سب مذہب والے ایک سے۔

اس قسم کے خیالات اور ان کی قباحتوں شاعتوں اور ضلالتوں کا ذکر کر کے حضرت فاضل بریلوی نے علماء حجاز سے ان پر تصدیق چاہی تو مشاہیر علماء اسلام نے اس طرح کی مخلوط صلح کلیت کو مسلمانوں کے حق میں زہر ہلاہل قرار دیا۔

رئیس العلماء حضرت شیخ محمد سعید بن محمد بالجیل مفتی شافعیہ مکہ مکرمہ نے تصدیق کرتے ہوئے لکھا۔
 ”میں نے اس عجالہ کو اول تا آخر دیکھا اور اس کے اٹھائیس جوابوں پر نظر کی تو میں نے جانا کہ وہ افضل
 تصنیفات و تالیفات ہے۔ خصوصاً وہ اس کی تصنیف ہے جو مذہب اہل سنت و جماعت کی یادری اور مشرب
 اہل زنج و کفر و ضلالت کی پردہ دری کی طرف بلانے والا ہے۔ مصنف نے خوب لکھا اور فائدہ بخشا۔ اللہ تعالیٰ
 اسے اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہتر جزا عطا فرمائے اور اس کا جمال اس کا کمال دنیا و آخرت میں ہمیشہ
 رکھے آمین۔“ (۱)

شیخ محمد صالح بن علامہ صدیق کمال حنفی مفتی احناف مکہ مکرمہ لکھتے ہیں:
 ”خدا کی قسم! اس نے نصرت حق و اہلک باطل کے لیے بے شک خوب کہا الہی! ہم تیری طرف التجا
 لا کر ان باتوں سے بیزار ہوتے ہیں جو طوائف بے دین نیچری و ارفضی و وہابی و غیر ہم ملحدوں نے بکیں۔ الہی!
 ہمیں مذہب اہل سنت و جماعت پر مرنا نصیب فرما۔“ (۲) آمین
 چنانچہ مشہور دیوبندی مورخ مولوی عاشق الہی میرٹھی نے لکھا ہے:

جن دنوں ندوۃ العلماء اپنی ابتدائی شان و شوکت کا دل آویز لباس پہن کر اٹھا اور اہل اسلام نے عموماً
 اور بہترے مخلصین اللہ والوں نے خصوصاً اس کی ضرورت اس کا استحسان اور اس کی خوبیاں تسلیم کر کے شمولیت
 اختیار کر لی تھی حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) نے موافقت نہیں فرمائی۔ ہر چند آپ کی صدارت و
 سرپرستی پر زور دیا گیا۔ خود مولانا محمد علی (مونگیری) ناظم ندوہ یہ درخواست لے کر منظوری کی سعی فرمانے کے
 لیے گنگوہ کے عازم ہوئے۔

مگر جب دیوبند پہنچے تو حضرت (گنگوہی) نے کہلا بھیجا کہ اس ارادہ سے گنگوہ کا قصد نہ فرمائیں۔
 کیونکہ میں ہرگز شامل نہ ہوں گا۔ آخر ناظم صاحب کو سہارنپور ہی سے واپس ہونا پڑا اور حضرت یا آپ کے
 متعلقین شامل نہ ہوئے۔

حضرت کے بعض واقفین نے عرض بھی کیا کہ صاحبزادہ صاحب اور حضرت مولانا (شیخ الہند محمود حسن) دیوبندی کو اجازت عطا فرمادیں کہ شریکِ جلسہ سالانہ ہو جائیں۔

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس (۱)

علی گڑھ یوپی کے زیر اثر چلنے والی تحریک ہندوستان گیر سطح پر پھیلائی جا رہی تھی مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کی کوشش ظاہر ہے ایک مستحسن امر اور قابل تعریف اقدام ہے لیکن جن لوگوں کے ہاتھوں میں اس تحریک کی قیادت تھی اور وہ جس فکر و مزاج کے مالک تھے۔ اس کا حال ہر تعلیم یافتہ مسلمان پر عیاں ہے۔ ایک استفتاء جس میں اس کی ایک شاخ کا ذکر ہے اس کے جواب میں حضرت فاضل بریلوی کا مذہبی نقطہ نظر اور ان کی مومنانہ بصیرت ملاحظہ فرمائیں جس کی تصدیق دوسرے علماء اہل سنت نے بھی کی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے عین پرور و فقہائے نامور کثر ہم اللہ تعالیٰ و نصر ہم اس سوال میں کہ اس ملک کا ٹھیاواڑ میں ایک مجلس بنام کاٹھیاواڑ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اعلیٰ کاٹھیاواڑ کے مسلمانوں کی تعلیمی مجلس قائم ہوئی ہے۔ جس میں بلا رعایت سنی ہر کلمہ گورافضی، وہابی نیچری، قادیانی، جکڑالوی وغیرہم رکن ہو سکتا ہے اور ایسی سیاسی تنظیم جس میں مسلمانانِ اہل سنت کو تمام کلمہ گو مرتدین و مبتدعین و ہابیہ و نیچریہ و رواجیہ وغیرہم کے ساتھ و داد بلکہ انقیاد بلکہ اتحاد کی سرگرمی کے ساتھ دعوت دی جاتی ہے ایسی مجلس کو بعض مسلمان اپنی دینی و دنیوی ترقی کا سبب جان کر جان و مال سے امداد کرتے ہیں۔ اور دینی مفسدہ و مضرت سے آگاہ نہیں۔

ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے والد حکیم عبدالحی رائے بریلوی لکھتے ہیں:

”نیچری جماعت سے مراد سرسید احمد دہلوی بن محمد متقی متوفی ۱۳۱۵ھ کے ماننے والے ہیں۔ سرسید کے عقائد ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کی علت اول ہے۔ ان کے نزدیک تقدیر کا صرف یہ مطلب ہے کہ اللہ

تعالیٰ ماضی، حال اور مستقبل کی تمام باتوں کا جاننے والا ہے۔

ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات جاننے کے لیے انسانی عقل کافی ہے اور اسی طرح کفر و اسلام کے درمیان امتیاز و تفریق کرنے میں عقل کو کسی دوسرے سہارے کی ضرورت نہیں چیزوں کی اچھائی و بُرائی کا فیصلہ عقل کرتی ہے۔

آیاسنیوں کو ایسی کانفرنس کا قائم کرنا اور جان و مال سے اس کی مدد کرنا، اس کے جلسے میں شریک ہونا، بد دین و مرتدوں کو مسلمان سمجھنا اور ان سے میل جول پیدا کرنا اور ان سے ترقی کی اُمید رکھنا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب

ایسی مجلس مقرر کرنا گمراہی ہے اور اس میں شرکت حرام اور بد مذہبوں سے میل جول آگ ہے اور اُس بڑی آگ کی طرف کھینچ کر لے جانے والا۔
اللہ عز و جل فرماتا ہے:

وَمَا يَنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

ترجمہ: اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آوے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔

تفسیرات احمدیہ میں ہے۔

دَخَلَ فِيهِ الْكَافِرُ الْمُبْتَدِعُ وَالْفَاسِقُ وَالْقَعُودُ مَعَ كُلِّهِمْ مَمْتَنَعٌ

اس آیت کے حکم میں ہر کافر و مبتدع اور فاسق داخل ہے ان میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کی

اجازت نہیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تتركوا الى الذين ظلمو فتمسكم النار
ترجمہ: ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں آگ چھوئیگی۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:

اياكم واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم

ترجمہ: ”ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور کرو۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔“

مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ و رسول سے زیادہ ہماری کوئی بھلائی چاہنے والا نہیں۔ ”جل وعلا“ و ”صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ جس بات کی طرف بلائیں یقیناً ہمارے دونوں جہان کا اس میں بھلا ہے اور جس بات سے منع فرمائیں بلاشبہ سراسر ضرر و بلا ہے۔

مسلمان صورت میں ظاہر ہو کر جو ان کے حکم کے خلاف کی طرف بلائے یقین جان لو کہ یہ ڈاکو ہے۔ اس کی تاویلوں پر ہرگز کان نہ رکھو۔ رہن جو جماعت سے باہر نکال کر کسی کو لے جانا چاہتا ہے۔ ضرور چکنی چکنی باتیں کرے گا اور جب یہ دھوکہ میں آیا اور ساتھ ہولیا تو گردن مارے گا مال لوٹے گا۔ شامت اس بکری کی کہ اپنے راعی کا ارشاد نہ سنے اور بھیڑ یا جو کسی بھیڑ کی اون پہن کر آیا اس کے ساتھ ہو لے۔

مصطفیٰ ﷺ تمہیں منع فرماتے ہیں وہ تمہاری جان سے بڑھ کر تمہارے خیر خواہ ہیں حریص علیکم تمہارا مشقت میں پڑنا ان کے قلب اقدس پر گراں ہے۔ عزیز علیہ ما عنتم واللہ وہ تم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جیسے نہایت چھیتی ماں اکلوتے بیٹے پر، بِالْمُؤْمِنِينَ رَوْفٌ رَّحِيمٌ

ارے۔ ان کی سُنو! ان کا دامن تھام لو، ان کے قدموں سے لپٹ جاؤ، وہ فرماتے ہیں:

اياكم واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم

ان سے دور رہو۔ اور ان کو اپنے سے دور کرو۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ

ڈال دیں۔

ابن حبان و طبرانی و عقیلی کی حدیث میں ہے کہ فرماتے ہیں:

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تو اکلوہم ولا تشاربوہم ولا تجالسوہم ولا تناکحوہم
و اذا مرضوا فلا تعو دوہ و اذا ماتوا فلا تشہدوہم و لا تصلوا علیہم و لا تصلوا معہم
ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان سے رشتہ نہ کرو، وہ بیمار
پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، مرجائیں تو جنازہ پر نہ جاؤ، نہ ان کی نماز پڑھو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد اقدس نبی کریم ﷺ میں نماز مغرب کے بعد
کسی مسافر کو بھوکا پایا اپنے ساتھ کاشانہ خلافت میں لے آئے۔ اس کے لیے کھانا منگایا جب وہ کھانے بیٹھا
کوئی بات بد مذہبی کی اس سے ظاہر ہوئی۔ فوراً حکم ہوا کہ کھانا اٹھالیا جائے اور اسے نکال دیا جائے سامنے سے
کھانا اٹھوالیا اور اُسے نکلوا دیا۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے آکر عرض کی۔ فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے۔ فرمایا:

لا تقرئہ منی السلام فاتی سمعت انہ احدث

میری طرف سے اُسے سلام نہ کہنا کہ میں نے سنا ہے کہ اس نے کچھ بد مذہبی نکالی۔

ان مضامین کی تفصیل میں تمام اکابر علمائے حرمین شریفین کا فتویٰ مسمیٰ بہ فتاویٰ الحرمین برہف ندوۃ
المین۔ اور عامۃ علمائے ہند کا فتویٰ مسمیٰ یہ فتاویٰ السنۃ لاجام اہل الفتنہ۔ اور فتاویٰ القدوہ۔ اور النذیر الاحمد۔ اور
النذیر المبین۔ وغیرہا۔ پچاس سے زائد کتابیں چھپ کر شائع ہو چکیں اور ہدایت اللہ عزوجل کے ہاتھ۔

واللہ یقول الحق و هو یهدی السبیل و حسبنا و نعم الوکیل و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا

و مولانا محمد وآلہ و صحبہ بالتبجیل و اللہ تعالیٰ اعلم

تصدیقی دستخط، مہر علی شاہ گولڑہ، حامد رضا قادری، مصطفیٰ رضا قادری، محمد امجد علی اعظمی رضوی، محمد ظہور
الحسین فاروقی رام پوری، فقیر حمد اللہ کمال الدین قادری پشاور، محمد نعیم الدین مراد آبادی، محمد اکرام الدین
خطیب و امام مسجد وزیر خاں لاہور۔

ان علماء کرام کے علاوہ الہ آباد، اعظم گڑھ، مظفر پور، دربھنگہ، سیالوہ، کلکتہ، جبل پور، پٹنہ، سہرام،

(ہ) سانحہ ارتحال اور اثرات ۱۹۲۱ء اور اس کے متعلقات

ہر شخص کی زندگی کا آخری دور عموماً علالت اور ضعف و ناتوانی کا ہوا کرتا ہے جس کی وجہ سے پابند صوم و صلوٰۃ حضرات بھی سستی و کاہلی کا شکار ہو کر فرائض کی ادائیگی کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ یا کم از کم پابندی اوقات میں ضرور فرق آ جاتا ہے۔ مگر مقربین بارگاہِ خداوندی ایسے عالم میں بھی اتباعِ شریعت و تقویٰ کا اتنا ہی خیال رکھتے ہیں جتنا اپنی صحت و تندرستی اور طاقت کے زمانے میں لازم کیا کرتے تھے۔ جناب سید ایوب علی خلیفہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ جب عاشقِ رسول حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کے وصال کا زمانہ قریب آیا تو اب یہ خیال آتا ہے کہ نہ صرف ماہِ صیام گزارنا کوہِ بھوالی پر مقصود تھا بلکہ پس ماندگان کو اپنی مفارقت کا آہستہ آہستہ عادی بنانا تھا میرا یہ دعویٰ ہے کہ انہیں برسوں پہلے بخوبی روشن تھا کہ میرا کس سال اور نہ صرف سال بلکہ کس مہینہ اور نہ صرف مہینہ بلکہ کس تاریخ، کس روز، کس منٹ، پر وصال ہوگا؟ ملاحظہ ہو سرکارِ کائنات دینِ مسمیٰ بہ حدائقِ بخشش حصہ اول کے اخیر میں قصیدہ ”حضور جان نور“ ۱۳۲۴ھ زیر عنوان ”حاضری بارگاہِ بہیں جاہ وصل اول رنگ علمی“ کے دو شعر جو علی الاطلاق موجود ہیں، جن کے ظاہر معنی نظر انداز کرتے ہوئے تاریخ وفات ۲۵ صفر ۱۶ سال پہلے لفظوں میں فرمادی تھی ”حضور جان، تاریخی نام ہے اور یہ اشعار دو مرتبہ حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ سے روانگی راہ میں فرمایا تھا ۱۳۲۴ھ کا واقعہ ہے وہ اشعار یہ ہیں:

وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے
ماہِ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے یہ ڈھلتی چاندنی تو پہرہ دو پہر کی ہے

بعد وصال قبل تدفین کا شانہ اقدس سے حضرت حجتہ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب خلف اکبر حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ ”مکتوبات رضویہ“ کی جلد اول لائے اور میرے

مولانا شیخ عبدالرحمن دہان مدرس حرم مکہ مکرمہ بعد بیان مدائح کثیرہ فرماتے ہیں:

الذی شهد له علماء البلد الحرام بانه السید الفروالامام سیدی ومسلاذی الشیخ

احمد رضا خان البریلوی

مولانا سید اسماعیل بن خلیل آفندی حافظ کتب حرم مکہ معظمہ بعد بہت سے مدائح و ذکر اسم گرامی

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت فرماتے ہیں:

وقد شهد له عالمومكة بذلك ولولم يكن بالمحل الارتفاع لما وقع منهم ذلك بل اقول

لوقيل في حقه انه محدد هذا القرن لكان حقا وصدقا

اسی طرح علمائے مدینہ منورہ بھی آپ کے مدائح ہیں اور کئی جلیل القدر فاضلوں نے اہل حریمین سے

کتنے ہی علوم میں آپ سے سندیں لیں اور کئی حضرات نے بیعت بھی فرمائی

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء الخ (۱)

(مسئلہ ندویت ”مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ اور بدعات و منکرات“ سے اخذ کیا گیا ہے۔

تفصیلات کے لیے اس کتاب سے رجوع کیا جائے۔)

(د) علامہ اقبال اور تحریک خلافت

مسلمان اور ہندو، دو الگ الگ قومیں ہیں۔ یہ اعلان امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے دور میں پوری قوت سے کیا۔ ۱۹۲۰ء میں مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے اتنی قوت سے بلند کیا کہ ہندو مسلم اتحاد کا پردہ چاک ہو گیا۔ یہی وہ دو قومی نظریہ تھا جو ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال کے خطبہ الہ آباد کی بنیاد بنا اور جیسے ۱۹۳۸ء میں قائد اعظم نے قبول کیا۔ قائد اعظم کی طرح علامہ اقبال بھی تحریک خلافت کے حق میں نہیں تھے۔

ایم اے جناح بھی اس تحریک اور اس کی ضمنی تحریکوں کو مسلمانوں کے لیے سخت نقصان دہ سمجھتے تھے۔ مگر ان دونوں کی کسی نے ایک نہ سنی۔ چنانچہ وہ اس آندھی کے دوران، میدان سیاست سے ہٹ آئے اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ جن لوگوں نے میدان میں آ کر خلافت، ہجرت اور ترک موالات جیسی نقصان دہ تحریکوں کی مخالفت کی اور ان کے حامیوں اور لیڈروں کا زور توڑا، وہ حضرات مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور ان کے خلفائے اور عقیدت مند ہی تھے۔ (۱)

اقبال مسئلہ تحفظ خلافت پر مسلمانوں کے ہندوؤں کے ساتھ مل کر عدم تعاون کی تحریک میں شرکت کے خلاف تھے۔ کیونکہ کسی قابل قبول ہندو مسلم معاہدے کے بغیر محض انگریزی دشمنی کی بنا پر قومیت متحدہ کی تعمیر ممکن نہ تھی علاوہ اس کے انہیں خدشہ تھا کہ کہیں ایسے اشتراک اور مسلمانوں کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر قومیت متحدہ کے داعی ان کی علیحدہ ملی حیثیت کو ختم نہ کر دیں جس کے سبب بعد میں انہیں پشیمان ہونا پڑے، انہی اختلافات کی بناء پر اقبال نے صوبائی خلافت کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا۔ (۲)

(۱) پاکستان کا پس منظر اور پیش منظر۔ میاں عبدالرشید۔ لاہور۔ ص: ۱۱۰

(۲) زندہ رود۔ جاوید اقبال۔ لاہور

ابتداء میں اقبال بھی متحدہ قومیت کے قائل تھے۔ لیکن غور و فکر نے ان کی رائے تبدیل کر دی۔ ۱۲ نومبر ۱۹۲۳ء کو سید محمد سعید الدین جعفری کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

”ابتدا میں، میں بھی قومیت پر اعتقاد رکھتا تھا اور ہندوستان کی متحدہ قومیت کا خواب شاید سب سے پہلے میں نے دیکھا تھا۔ لیکن تجربہ اور خیالات کی وسعت نے میرے خیال میں تبدیلی کر دی اور اب قومیت میرے نزدیک محض ایک عارضی نظام ہے جس کو ہم ایک ناگزیر سمجھ کر گوارا کرتے ہیں۔“ (۱)

علامہ اقبال نے میثاق لکھنؤ کی بھرپور مخالفت کی ان کا خیال تھا کہ اس معاہدے کے تحت ان صوبوں میں جہاں مسلمان اقلیت ہی میں رہیں گے لیکن جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں اقلیت میں تبدیل ہو جائیں گے اس لیے انہوں نے اس معاہدے کو مسلمانوں کے مفادات کے خلاف تصور کیا اور کہا کہ اس میثاق کی وجہ سے مسلمانوں کو برصغیر میں سیاسی اقتدار حاصل کرنے کے موقع سے محروم کر دیا گیا ہے۔ دہلی تجاویز کے بعد آپ مسلم لیگ کے سیکریٹری جنرل مقرر کیے گئے۔ جہاں آپ نے مسلمانوں کو منظم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

۱۹۳۰ء میں الہ آباد کے مقام پر مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد کیا گیا آپ نے خطبہ صدارت میں مسلمانان ہند کے لیے علیحدہ مملکت کی ضرورت واضح کی اور بعد میں اسی رائے کو آگے بڑھایا جس کا پرچار مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے آغاز ہی میں کیا تھا ”مسلمان اور ہندو ایک قوم ہرگز نہیں ہیں“ پھر اقبال نے دلیلوں سے یہ بات ثابت کی کہ مسلمان و ہندو الگ الگ قوم ہیں اور دونوں قومیں ایک ہی مملکت میں نہیں رہ سکتے انہوں نے مسلمانوں پر واضح کیا کہ انگریزوں کی غلامی سے آزادی حاصل کر کے ہندوؤں کی غلامی میں نہ جائیں بلکہ انگریزوں اور ہندو دونوں کی غلامی سے آزادی حاصل کریں۔ علامہ اقبال نے خطبہ الہ آباد میں قرارداد لاہور کی بنیاد رکھی اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

علامہ اقبال کی سیاسی بصیرت اس حقیقت تک پہنچ چکی تھی کہ برصغیر میں مسلمان اسی صورت میں اپنی منزل حاصل کر سکیں گے۔ جب قائد اعظم جیسی شخصیت مسلمانوں کی رہنمائی کرے ان دنوں قائد اعظم لندن میں تھے۔ علامہ نے قائد کو وطن واپس آنے اور مسلمانوں کی رہنمائی کا فرض ادا کرنے پر آمادہ کیا۔ قائد اعظم

نے بھی علامہ اقبال کی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

اسلام کا ہندوؤں کے ہاتھ بک جانا گوارا نہیں ہو سکتا۔ افسوس اہل خلافت اپنی اصلی راہ سے بہت دور جا پڑے، وہ ہمیں ایک ایسی قومیت کی راہ دکھا رہے ہیں جس کو کوئی مخلص ایک منٹ کے لیے بھی قبول نہیں کر سکتا۔ اسی لیے یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ ”تحریک ترک موالات میں بریلویوں کے علاوہ مسلمانوں کے تمام گروہ ان کے زعماء، قائدین اور علماء شامل تھے۔“ اگر مسلمانوں کے تمام گروہ ترک موالات کے دور میں ہندو مسلم اتحاد کا شکار ہو گئے ہوتے تو پاکستان کی حمایت میں مسلمانوں کی غالب ترین اکثریت کبھی ووٹ نہ دیتی اور پاکستان بھی معرض وجود میں نہ آتا۔

یہ امر باعث حیرت ہے کہ ایک طبقہ پاکستان میں رہتے ہوئے بھی پاکستان کی بنیادوں کو محفوظ کرنے والوں کے خلاف زبان طعن دراز کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔

مذکورہ بالا تحریر و تحقیق سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ علامہ اقبال کی تحریک خلافت اور تحریک پاکستان کے حوالے سے اس نظریے کے حامی و مؤید تھے جن کے مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور ان کے خلفاء تھے۔ ضرورت ہے کہ علامہ اقبال کے موقف کو سامنے لایا جائے تاکہ عوام اور خواص زیادہ سے متعارف ہو سکیں اور مخالفین پاکستان نے ان کے خلاف جو غلط و بے بنیاد الزامات عائد کیے ہیں اس کا خاتمہ ہو۔

(ہ) سانحہ ارتحال اور اثرات ۱۹۲۱ء اور اس کے متعلقات

ہر شخص کی زندگی کا آخری دور عموماً علالت اور ضعف و ناتوانی کا ہوا کرتا ہے جس کی وجہ سے پابند صوم و صلوٰۃ حضرات بھی سستی و کاہلی کا شکار ہو کر فرائض کی ادائیگی کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔ یا کم از کم پابندی اوقات میں ضرور فرق آجاتا ہے۔ مگر مقربین بارگاہِ خداوندی ایسے عالم میں بھی اتباعِ شریعت و تقویٰ کا اتنا ہی خیال رکھتے ہیں جتنا اپنی صحت و تندرستی اور طاقت کے زمانے میں لازم کیا کرتے تھے۔ جناب سید ایوب علی خلیفہ اکبر حضرت علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ جب عاشق رسول حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ کے وصال کا زمانہ قریب آیا تو اب یہ خیال آتا ہے کہ نہ صرف ماہِ صیام گزارنا کوہِ بھوالی پر مقصود تھا بلکہ پس ماندگان کو اپنی مفارقت کا آہستہ آہستہ عادی بنانا تھا میرا یہ دعویٰ ہے کہ انہیں برسوں پہلے بخوبی روشن تھا کہ میرا کس سال اور نہ صرف سال بلکہ کس مہینہ اور نہ صرف مہینہ بلکہ کس تاریخ، کس روز، کس منٹ، پر وصال ہوگا؟ ملاحظہ ہو سرکارِ کائنات دیوانِ مسمی بہ حدائقِ بخشش حصہ اول کے اخیر میں قصیدہ ”حضور جان نور“ ۱۳۲۴ھ زیر عنوان ”حاضری بارگاہِ بہیں جاہ وصل اول رنگِ علمی“ کے دو شعر جو علی الاصال موجود ہیں، جن کے ظاہر معنی نظر انداز کرتے ہوئے تاریخ وفات ۲۵ صفر ۱۶ سال پہلے لفظوں میں فرمادی تھی ”حضور جان، تاریخی نام ہے اور یہ اشعار دو مرتبہ حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ سے روانگی راہ میں فرمایا تھا ۱۳۲۴ھ کا واقعہ ہے وہ اشعار یہ ہیں:

وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر ابھی پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے
ماہِ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے یہ ڈھلتی چاندنی تو پہرہ دو پہر کی ہے

بعد وصال قبل تدفین کا شانہ اقدس سے حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب خلف اکبر حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ ”مکتوبات رضویہ“ کی جلد اول لائے اور میرے

روبر و ورق گردانی فرماتے ہوئے ایک صفحہ پر توقف فرمایا۔ اس فقیر نے اور تمام حاضرین نے دیکھا کہ اس صفحہ پر حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے کچھ تواریخ وفات مرحومین وغیرہ کی استخراج فرمائی تھیں، جس کا انداز تحریر ظاہر کرتے ہوئے، میں اس تاریخ کو پیش کرتا ہوں جس سے میرا مقصود حاصل ہے، وہ یہ ہے ۱۳۴۰ھ و یطاف علیہم بآنیۃ من فضۃ و اکواب (مولوی وصی احمد) مذکورہ بالا آیہ کریمہ کے اعداد کا شمار بقاعدہ ابجد ۱۳۴۰ھ ہوتا ہے اور حضرت مولانا وصی احمد صاحب سورتی علیہ الرحمۃ کا وصال ۱۳۳۴ھ میں ہوا ہے اسی لیے ”و“ کو الگ کر کے تحریر فرمایا یعنی یطاف علیہم بآنیۃ من فضۃ و اکواب ان کا مادہ تاریخ ہے اور آیت کریمہ ”و یطاف علیہم“ ہے جس کے اعداد ۱۳۴۰ھ ہیں لہذا حضرت محدث صاحب کا اسم گرامی لکھ کر محدود فرمانا، اس کو پردہ میں رکھنا ہوا اور ظاہر نہ فرمایا کہ اپنا نام تحریر فرمانے سے انکشاف راز ہو جاتا، اس لیے حضرت محدث صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام نامی پر اکتفا کیا، جس کا صاف مقصد یہ ہے کہ آیہ کریمہ واو چھوڑ کر پڑھنے سے محدث صاحب کی تاریخ نکلتی ہے اور واو شامل کرنے سے ”ہماری تاریخ وفات“ ہے یعنی چھ سال قبل اپنے وصال کی تاریخ ”مکتوبات شریف“ میں محفوظ کر دی تھی۔ (۱)

حضرت محدث سورتی کی وفات پر اپنی وفات کا اعلان

جامع حالات فقیر قادری رضوی غفرلہ، کہتا ہے کہ جب حضرت اُستادی و ملاذی محدث سورتی قدس سرہ العزیز کے وصال شریف کے بعد میں منتظر تعزیت پیلی بھیت روانہ ہوا، اس کے بعد بریلی شریف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی قد مبوسی کے لیے بھی حاضری دی۔ ایک دن حضور نے اثنائے تذکرہ میں فرمایا کہ میں نے حضرت محدث صاحب کی تاریخ وفات آیہ شریفہ سے پائی ہے، جس سے ان کا مرتبہ بھی معلوم ہوتا ہے اور آیہ کریمہ حضور نے تلاوت فرمائی یطاف علیہم بآنیۃ من فضۃ و اکواب اسی وقت میں نے آیت کریمہ کے اعداد جوڑے ۱۳۳۴ھ نکلے مگر میرے دل میں ایک کھٹک تھی جس کو کہنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، لیکن

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس پر مطلع ہو کر فرمایا۔ کیا کچھ آپ کہنا چاہتے ہیں، اتنا اشارہ پا کر میں نے عرض کیا آیہ کریمہ و بطف ہے اس پر تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا کہ ”پوری آیت اس بندہ خدا کی تاریخ ہوگی“ جس کا انتقال چھ سال بعد ۱۳۴۰ھ میں ہوگا، اس وقت میرا ذہن حضور کی طرف نہ گیا لیکن جب حضور کا وصال شریف ۱۳۴۰ھ میں ہوا، معاً خیال آیا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس دن اپنی ہی طرف اشارہ فرمایا تھا مگر میں نہ سمجھ سکا۔

دوران قیام کوہ بھوالی حضور کا ایک ”مفاوضہ عالیہ“ فقیر (جناب سید ایوب علی صاحب) کے نام آتا ہے، آخر میں اسم گرامی سے پہلے ارشاد فرماتے ہیں ”چراغ سحر بلکہ آفتاب سر کوہ“ یہ مفاوضہ عالیہ ”جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی“ کے رواد سال اول کی اخیر میں غالباً چھپا ہوا ہے۔ (۱)

وصال سے پہلے کے چند لمحات

وہ بھوالی سے مراجعت ۱۴ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو ہوتی ہے، حضور کے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحب قادری برکاتی احمدی مارہروی قدس سرہ العزیز کے عرس شریف کا زمانہ منقضي ہو چکا تھا کہ ۱۶، ۱۷، ۱۸ ذی الحجۃ الحرام کو حضور کیا کرتے تھے لہذا واپس آنے پر یہ تقریب منائی گئی اور چونکہ نقاہت اس درجہ تھی کہ خدام کرسی پر بٹھا کر پانچوں وقت مسجد میں لے جاتے تھے لہذا قل شریف کے لیے کاشانہ اقدس ہی کے اندر ہی انتظام ہوا اس وقت جو کلمات طیبات بطور وصایا ارشاد فرمائے تھے وہ یہ تھے پیارے بھائیو ”لا ادری سابقنی فیکم“ مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے اندر میں ٹھہروں تین ہی وقت ہوتے ہیں بچپن، جوانی، بڑھاپا۔ جس کا انتظار کیا جائے۔ ایک موت ہی باقی ہے، اللہ قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلسیں عطا فرمائے اور آپ سب لوگ ہوں، میں ہوں اور میں آپ لوگوں کو سنا تا رہوں مگر بظاہر اب اس کی اُمید نہیں اس وقت دو وصیتیں آپ لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں۔

”ایک تو اللہ و رسول ﷺ کی اور دوسری خود میری، تم مصطفیٰ ﷺ کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیے تمہارے

چاروں طرف ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں، تمہیں فتنے میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں، ان سے بچو، ان سے دور بھاگو، دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فرقے ہوئے (الی آخرہ مال و افادہ سیاتی۔)

آیہ کریمہ ”ویطاف علیہم بآنیۃ من فضۃ واکواب“ بسا اوقات نماز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

جمعۃ المبارک وصال سے ماقبل جمعہ میں ہر وقت حاضری مسجد میں صاف ارشاد فرمایا تھا کہ ”آج کرسی پر حاضری ہوئی ہے آئندہ چار پائی پر ہوگی۔“
اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اپنے بیٹوں کو وصایا فرماتے ہیں:

یوم وصال صبح سے تمام مراحل جائیداد اور تولیت وغیرہ طے فرماتے بارہ بج کر بیس منٹ پر وصایا شریف، خلف اصغر حضرت مفتی اعظم مولانا مولوی حاجی شاہ محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب سے لکھوائے اور آخر میں بحالت ہوش و حواس ”واللہ شہید“ خود دست حق پرست سے ارقام فرما کر دستخط ثبت فرمائے، مفصل حالات ارتحال مع وصایا وغیرہ آئندہ کسی جگہ ہر یہ ناظرین کیے جائیں گے یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ اب وصال شریف کو صرف دو گھنٹے ۱۸ منٹ باقی تھے اس عرصہ میں خلف اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا مولوی حاجی قاری شاہ محمد رضا خان صاحب نے حسب الحکم سورۃ یسین و سورۃ رعد تلاوت فرمائی اس وقت بھی ہوش و حواس کا یہ عالم تھا کہ درمیان تلاوت دو ایک جگہ عربی اغلاط کی تصحیح فرمائی وہ دعائیں جو سفر کے وقت پڑھنے کا معمول تھا حضور نے شروع فرمادیں۔

ارشاد فرمایا میری وجہ سے نماز جمعہ میں دیر نہ کیا جائے۔

قریب وصال بڑے مولانا صاحب (یعنی مولانا حامد رضا خان صاحب) سے فرمایا گھڑی میرے پاس رکھ دو، ممدوح نے فوراً تعمیل حکم کی فرمایا اور قریب لاؤ انہوں نے اور بڑھادی فرمایا اور قریب لاؤ انہوں نے اور قریب کر دی پھر فرمایا اور قریب لاؤ عرض کی بالکل، بالکل نظر کے سامنے رکھوالی گئی۔

مولانا مولوی حسنین رضا وصیت نامہ تحریر کرتے ہیں

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے وصال شریف ۲ بج کر ۳۵ منٹ پر ہوا، گویا یہ وقت پہلے سے معلوم کرایا گیا تھا اور ایک ایک منٹ کر کے اس کا انتظار فرما رہے تھے، اسی لیے گھڑی بالکل مواجہہ اقدس میں رکھوالی تھی۔ اس جگہ نفع عام کے لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ ”رسالہ وصایا شریف مولفہ مولانا مولوی حسنین رضا خان صاحب خلف اوسط برادر اوسط اعلیٰ حضرت امام اہل سنت گرامی جناب مولانا مولوی حسن رضا خان صاحب قدس سرہ کی پوری نقل کر دوں“ اگرچہ بعض مضامین مکرر ہو جائیں گے مگر اس میں مضائقہ نہیں والشک ما کررت یتضوع

مؤلف کتاب (ف) کی زبانی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی زندگی کے آخری لمحات کا تذکرہ

الحمد لله وكفى: والصلاة والسلام على عباده الذين اصطفى وعلى آله حذبه

وصحبه وابنه يدا الدهر ابداً ابداً

بحیثیت اس کے یہ رسالہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے وصایا پر مشتمل ہے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ”مکتوب وصایا“ کے ساتھ بعض ان ”ملفوظ وصایا“ کو بھی جمع کر دوں جو زمانہ علالت میں وقتاً فوقتاً ارشاد ہوئے۔ یوں تو ان کی ہر مجلس میں بیٹھنے والا نصائح کے انمول موتیوں سے دامن مراد بھر کر اٹھا مگر خوشخبری ہے اس کو جس نے ان نصائح کو گوش دل سے سنا اور ان پر عمل کیا۔ افسوس اور سخت افسوس ہے کہ وہ زواہر جواہر اس درفشانی کے ساتھ ہی سلک تحریر میں نہ آ سکے جو دو چار باتیں میرے خیال میں ہیں۔ حوالہ قلم کرتا ہوں اسی اثنا کے بعض ضروری حالات بھی اضافہ کروں گا، اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو بھوالی سے واپس تشریف لائے، مسلمانانِ بریلی نے بڑا شاندار استقبال کیا حضور والا کے تشریف لاتے ہی بریلی میں

چہل پہل ہو گئی۔ بھوالی میں اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو درد پہلو کا دروہ پڑ چکا تھا، اس سے ضعف شدید ہو گیا تھا، وطن اور بیرونجات کے دور دراز مقامات سے مسلمان عیادت و بیعت کے لیے گروہ درگروہ آتے جاتے رہے۔ باوجود نقاہت ان کی ہر مجلس عیادت تذکیر و نصائح کا ذخیرہ ہوتی۔ ان کی کبھی کوئی مجلس سرکار دو عالم تاجدار مدینہ ﷺ کے ذکر شریف سے خالی نہ گئی، مگر اس دوران علالت میں بکثرت ذکر شاہ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیہ فرماتے اور خصوصیت کے ساتھ اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے حسن خاتمہ کی دعا فرماتے۔ تضرع و خشیت کی یہ حالت تھی کہ اکثر احادیث رفاق ذکر فرماتے خود اپنی نیز حاضرین کی روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔ اکثر اوقات فرماتے جس کا خاتمہ ایمان پر ہو گیا اس نے سب کچھ پالیا۔ کبھی فرماتے اگر بخش دے اس کا فضل ہے نہ بخشے تو اس کا عدل ہے۔ حضرت پیر و مرشد سیدنا شاہ سید آل رسول قدس سرہ العزیز کے عرس شریف میں جو سال بسال بتوارخ ۱۷، ۱۸، ۱۹ ذی الحجۃ الحرام ہوا کرتا تھا، مگر اس مرتبہ بوجہ علالت اعلیٰ حضرت قبلہ اوقات مقررہ پر نہ ہوسکا۔ بلکہ بعد واپسی حضور پر نور یہ عرس شریف ہوا۔ اس عرس شریف میں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے حیات میں آخری عرس تھا۔ قل کے وقت لوگوں کو مکان میں طلب فرمایا۔ وعظ و نصیحت کی آخری صحبت تھی اور رشد و ارشاد کا دور، مولانا مولوی امجد علی صاحب نے کچھ ”وصایا شریف“ قلمبند کیے تھے، جو خود حضور اقدس نے القا فرمائے تھے۔ افسوس ہے کہ وہ کہیں کا غذات میں مل گئے کہ ان کا اب تک پتا نہ چلا، روز عرس کچھ کلمات طیبات جو بطور وصایا ارشاد ہوئے، ان کی برکات سے حصہ لینے کے لیے گوش گزار ناظرین کیے جاتے ہیں۔ (ملفوظ وصایا)

وصایا شریف

پیارے بھائیو! اداری مابقائی فیکم، مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے اندر اور ٹھہروں، تین ہی وقت ہوتے ہیں بچپن، جوانی، بڑھاپا، بچپن گیا، جوانی آئی، جوانی گئی بڑھاپا آیا، اب کون سا چوتھا وقت آنے والا ہے جس کا انتظار کیا جائے ایک موت ہی باقی ہے اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلسیں عطا

فرمائے اور آپ سب لوگ ہوں، میں ہوں اور میں آپ لوگوں کو سُناتا ہوں مگر اب اس کی اُمید نہیں، اس وقت میں دو وصیتیں آپ لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں ایک تو اللہ و رسول ﷺ کی اور دوسری خود میری ”تم مصطفیٰ ﷺ کی بھولی بھیڑیں ہو، بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکا دیں، تمہیں فتنہ میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں، ان سے بچو ان سے دور بھاگو، دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، قادیانی ہوئے، چکڑالوی ہوئے، غرض کتنے ہی فرقے ہوئے اور ان سب سے نئے اب گاندھوی ہوئے، جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا ہے۔ یہ سب بھیڑیے ہیں، تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں، ان کے حملوں سے اپنا ایمان بچاؤ۔ حضور اقدس ﷺ رب العزّة جل جلالہ کے نور ہیں حضور اکرم ﷺ سے صحابہ کرامؓ روشن ہوئے، صحابہ کرامؓ سے تابعین روشن ہوئے، تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے، ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے، ان سے ہم روشن ہوئے، اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لو، ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو، وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو۔ فوراً اس سے جُدا ہو جاؤ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو، پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ و معظم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح سے نکال کر پھینک دو۔ میں ہمیشہ تمہیں بھی بتاتا رہا اور اس وقت بھی یہی عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لیے کسی بندہ کو کھڑا کر دے گا، مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے کیسا ہو اور تمہیں کیا بتائے، اس لیے ان باتوں کو خوب سُن لو۔ اب میں قبر سے تمہارے پاس بتانے نہ آؤں گا۔ جس نے اُسے سُنا اور مانا قیامت کے دن اس کے لیے نور و نجات ہے اور جس نے نہ مانا اس کے لیے ظلمت و ہلاکت یہ تو خدا و رسول ﷺ کی وصیت ہے جو یہاں موجود ہیں سُنیں اور مانیں اور جو یہاں موجود نہیں تو حاضرین پر فرض ہے کہ غائبین کو اس سے آگاہ کر دیں اور دوسری میری وصیت ہے۔ آپ حضرات نے مجھے کبھی کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے دی۔ میرے کام آپ لوگوں نے خود کیے مجھے نہ کرنے دیے اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو جزائے خیر دے مجھے آپ صاحبوں سے اُمید ہے کہ قبر میں بھی اپنے جانب سے کسی قسم کی تکلیف کے باعث نہ ہوں گے۔

”میں نے تمام اہل سنت سے اپنے حقوق لوجہ اللہ معاف کر دیے ہیں، آپ لوگوں سے دست بستہ عرض ہے کہ مجھ سے جو کچھ آپ کے حقوق میں فروگزاشت ہوئی ہو وہ سب معاف کر دیں اور حاضرین پر میرا فرض ہے کہ جو حضرات یہاں موجود نہیں، ان سے میری طرف سے معافی کرا لیں۔ ختم جلسہ کے وقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے کرم سے اس گھر سے فتویٰ نکلتے۔ نوے برس سے زائد ہو گئے۔ میرے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدت العمر یہ کام کیا۔ جب وہ تشریف لے گئے تو اپنی جگہ میرے والد ماجد قدس سرہ العزیز کو چھوڑا، میں نے چودہ سال کی عمر میں ان سے یہ کام لے لیا۔ پھر چند روز بعد امامت بھی اپنے ذمہ کر لی غرض کہ میں نے اپنی صغریٰ میں کوئی باران پر نہ رہنے دیا۔ جب انہوں نے رحلت فرمائی، تو مجھے چھوڑا اور اب میں تم تینوں کو چھوڑتا ہوں، تم ہو (یہ خطاب خلف اکبر مخدوم مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خان صاحب سے ہے) ”مصطفیٰ رضا“ ہیں تمہارا ”بھائی حسنین“ ہے سب مل کر کام کرو گے، تو خدا کے فضل سے کر سکو گے۔ اللہ تمہاری مدد فرمائے گا۔ اس کے بعد اپنے پس ماندوں کے حق میں خدمت دین و ترقی علم کی دعا فرمائی کہ اے اللہ تو ان ناتواں ہاتھوں کی لاج رکھ لے، جو ہمیشہ تیرے ہی آگے پھیلے ہیں۔“

ان مبارک وصایا نے مجمع پر ایسا گہرا اثر ڈالا کہ لوگ دھاڑیں مار کر روئے۔ لوگوں کا اس روز بلک بلک کر رونا عمر بھر یاد رہے گا۔ کچھ اس روز ہی اپنے رحلت کی تصریح نہ فرمائی بلکہ اس کے بعد سے یوم وصال تک لگا تاریخیں اپنی وفات شریف کی دیں اور ایسے وثوق سے کہ گویا منٹ منٹ کی خبر ہے۔ میں نے تو تمام واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں، یہ کہنے کے لیے بالکل مجبور ہوں کہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز جو تفرّد و امتیاز، دور جدید کے علماء ظاہر میں رکھتے تھے وہی علوہ برتری انہیں طبقہ اولیا میں بھی حاصل تھی ان کثیر اخبار میں سے بعض حوالہ قلم کرتا ہوں۔ (اخبار ارتحال) (۱)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے وصال کی لمحہ بہ لمحہ کہانی

رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ قبلہ بھوالی میں تشریف رکھتے تھے اس وجہ سے کہ فرائض الہیہ کی عظمت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا قلب ایسا محسوس کرتا تھا جو اولیاء کا ملین کا مخصوص حصہ ہے گونا گوں امراض اور فراسان ضعف سے یہ طاقت نہ رکھتے تھے کہ موسم گرما میں روزہ رکھ سکیں اس لیے آپ نے اپنے حق میں یہ فتویٰ دیا تھا کہ پہاڑ پر سردی ہوتی ہے وہاں روزہ رکھ لینا ممکن ہے تو روزہ رکھنے کے لیے وہاں جانا استطاعت کی وجہ سے فرض ہو گیا اسی فتویٰ کی بنا پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ متعدد سال سے آخر شعبان المعظم کو بھوالی تشریف لے جاتے تھے اور رمضان المبارک کے روزے پورے فرما کر عید کا چاند دیکھتے ہی بریلی تشریف تشریف لے آیا کرتے اور نماز عید الفطر بریلی تشریف اپنی مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے چنانچہ اس سنہ میں بھی حضور کوہ بھوالی ماہ رمضان المبارک تشریف میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کی منجھلی صاحبزادی مرحومہ بغرض علاج نینی تال میں مقیم تھیں۔ یہ کم و بیش تین برس سے علیل تھیں اور ایسی سخت کہ بارہا مایوسی ہو چکی تھی۔ جب نماز عید الفطر پڑھانے کے لیے اس سال نینی تال تشریف لانا ہوا تو صاحبزادی صاحبہ نے اشتداد مرض کی کیفیت عرض کی، سنا، چلتے وقت فرمایا کہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ تمہارا داغ نہ دیکھوں گا حالانکہ وہ بہت زیادہ بیمار تھیں اور حضور والا کے بعد صرف ۲۷ ہی روز زندہ رہیں ۲۳ ربیع الاول تشریف ۱۳۴۰ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت حجتہ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحبؒ نے ان مرحومہ کی تاریخ وصال فی البدیہہ یہ کہی ”رحمۃ اللہ علیہا رحمۃ واسعہ“ وصال تشریف سے دو روز قبل چہار شنبہ بڑی شدت سے لرزہ ہوا۔ جناب بھائی حکیم حسنین رضا خان صاحب کو نبض دکھائی۔ بھائی صاحب قبلہ کو نبض نہ ملی، دریافت فرمایا نبض کی کیا حالت ہے انہوں نے گھبراہٹ و پریشانی میں عرض کیا ضعف کے سبب نہیں ملتی، اس پر دریافت فرمایا آج کیا روز ہے لوگوں نے عرض کیا چہار شنبہ ہے ارشاد فرمایا جمعہ پرسوں، یہ فرما کر دیر تک حسبنا اللہ ونعم الوکیل

پڑھتے ہیں اس وقت حاضر تھا۔ کہنے والے نے میرے دل میں فوراً کہہ دیا کہ امام اہل سنت جمعۃ المبارک کو ہم میں رہنے والے نہیں شب پنجشنبہ کو اہل بیت نے چاہا کہ جاگیں۔ شاید کوئی ضرورت ہو، منع فرمایا، جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو ارشاد فرمایا ان شاء اللہ یہ رات وہ نہیں ہے جو تمہارا خیال ہے، تم سب سو رہو۔ وصال کے روز ارشاد فرمایا۔ ”پہلے جمعۃ المبارک میں کرسی پر جانا ہوا آج چار پائی پر جمہ ہوگا“ پھر فرمایا میری وجہ سے نماز جمعہ میں تاخیر نہ کرنا۔ عالی جناب چودھری عبدالحمید خان صاحب رئیس سہاور مصنف کنز الآخرت (جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے عقیدت کیش مخلص ہیں) وصال شریف کے کچھ قبل ملنے کے لیے تشریف لائے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے عرض کیا کہ حکیم واجد علی کوثر، سیتاپور کے ایک پُرانے طبیب ہیں صحیح العقیدہ سنی اور فقیر دوست ہیں۔ میرے خیال سے انہیں بلا لیا جائے ارشاد فرمایا کہ انسان آخر وقت تک تدبیر نہیں چھوڑتا اور یہ نہیں سمجھتا کہ اب تدبیر کا وقت نہیں رہا۔ جمعہ کے روز کچھ تناول نہ فرمایا، بھائی حکیم حسنین رضا خان صاحب حاضر خدمت تھے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو خشک ڈکار آئی ارشاد فرمایا، خیال رہے معدہ خالی ہے، ڈکار خشک آئی ہے، اس پر بھی احتیاط وصال سے کچھ قبل چوکی پر تشریف لے گئے، جمعہ کے روز صبح سے سفر آخرت کی تیاریاں ہوتی رہیں۔ جائیداد کے متعلق وقف نامہ تکمیل فرمایا جائیداد کی چوتھائی آمدنی مصرف خیر میں رکھی۔ باقی اپنے ورثا پر بہ حصص شرعی وقف علی الاولاد فرمادی پھر وصیت نامہ مرتب فرمایا جو درج ذیل ہے:

اس جگہ یہ بات بھی ذہن نشین کرنا چاہیے کہ جب سے حضور والا کو ضعف لاحق ہو اور چلنے سے معذوری ہوئی کرسی پر نماز پنجگانہ نماز پڑھنے کو تشریف لاتے رہے اور تمام فرائض باجماعت ہی ادا فرماتے رہے اس مرتبہ بھوالی سے واپسی پر بے انتہا ضعف لاحق ہوا، تو صرف جمعہ ہی باجماعت ادا فرمایا کیے حتیٰ کہ ”جمعۃ الوصال“ کے قبل والا جمعہ بھی باجماعت مسجد میں کرسی پر تشریف لے جا کر ادا فرمایا۔ مکتوب وصایا جو وصال شریف سے دو گھنٹہ ۱۵ منٹ قبل قلمبند کرائے اور آخر میں درود شریف و دستخط وغیرہ خود دست اقدس سے تحریر فرمائے حسبنا اللہ ونعم الوکیل

زندگی کے آخر لمحات کی باتیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

۱۔ شروع نزع کے قریب کارڈ لفافے روپیہ سے کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے جنبی یا حائض نہ آنے پائے، کتا مکان میں نہ آئے۔

۲۔ سورہ یسین و سورہ رعد باواز پڑھی جائیں، کلمہ طیبہ سینہ تک دم آنے تک متواتر باواز بلند پڑھا جائے۔ کوئی چلا کر بات نہ کرے، کوئی رونے والا بچہ مکان میں نہ آئے۔

۳۔ بعد قبض روح فوراً نرم ہاتھوں سے آنکھیں بند کر دی جائیں، بسم اللہ و علیٰ ملۃ رسول اللہ کہہ کر نزع میں نہایت سرد پانی ممکن ہو تو برف کا پلایا جائے، ہاتھ پاؤں وہی پڑھ کر سیدھے کر دیے جائیں، پھر اصلاً کوئی نہ روئے، وقت نزع میرے اور اپنے لیے دعاء خیر مانگتے رہو، کوئی کلمہ بُرا زبان سے نہ نکلے کہ فرشتے آمین کہتے ہیں جنازہ اُٹھتے وقت خبردار کوئی آواز نہ نکلے۔

۴۔ غسل وغیرہ سب مطارق سنت ہو، حامد رضا خان وہ دعائیں جو فتاویٰ میں لکھی ہیں خوب از بر کر لیں تو وہ نماز پڑھائیں ورنہ مولوی امجد علی۔

۵۔ جنازہ میں بلا وجہ شرعی تاخیر نہ ہو جنازہ کے آگے آگے اگر پڑھیں تو تم پر کروڑوں درود اور ذریعہ قادریہ (یہ دونوں نظمیں اعلیٰ حضرت کی ہیں) اوّل کا مطلع یہ ہے۔

کعبہ کے بدرالدجی تم پہ کروڑوں درود طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

اور دوسرے کا مطلع یہ ہے۔

واہ کیا جو دو کرم ہے شہ بطحا تیرا ”نہیں“ سُنا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

۶۔ خبردار کوئی شعر میری مدح کا نہ پڑھا جائے، یونہی قبر پر۔

- ۷۔ قبر میں بہت آہستگی سے اُتاریں، ہنسی کروٹ پر وہی دعا پڑھ کر لٹائیں، پیچھے نرم مٹی کا پشتارہ لگا دیں۔
- ۸۔ جب تک قبر تیار ہو سبحن اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہم ثبت عیدک هذا بالقول الثابت بجاہ نبیک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پڑھتے رہیں، اناج قبر پر نہ لے جائیں، یہیں تقسیم کر دیں، وہاں بہت غل ہوتا ہے، اور قبروں کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

- ۹۔ بعد تیاری قبر سر ہانے الم تا مفلحون پابنتی امن الرسول تا آخر سورۃ پڑھیں اور سات بار باواز بلند حامد رضا خان اذان کہیں، پھر سب واپس آئیں اور ملقن میرے مواجہہ میں کھڑے ہو کر تین بار تلقین کریں، پیچھے ہٹ ہٹ کر پھر اعزہ واجبا چلے جائیں اور ڈیڑھ گھنٹے میرے مواجہہ میں درود شریف ایسی آواز سے پڑھتے رہیں کہ میں سنوں، پھر مجھے ارحم الرحمین کے سپرد کر کے چلے آئیں اور اگر تکلیف گوارا ہو سکے تو تین شبانہ روز کامل پہرے کے ساتھ دو عزیز یا دوست مواجہہ میں قرآن شریف و درود شریف ایسی آواز سے بلا وقفہ پڑھتے رہیں کہ اللہ چاہے تو اس نئے مکان میں دل لگ جائے (جس وقت سے وصال فرمایا اس وقت سے غسل شریف تک گھر میں قرآن عظیم باواز پڑھا گیا پھر تین شبانہ روز مواجہہ شریف میں مسلسل تلاوت قرآن عظیم جاری رہی والحمد للہ)
- ۱۰۔ کفن پر کوئی دو شالایا قیمتی چیز یا شامیانہ ہو کوئی بات خلاف سنت نہ ہو۔

- ۱۱۔ فاتحہ کے کھانے سے اغنیا کو کچھ نہ دیا جائے۔ صرف فقرا کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر، غرض کوئی بات خلاف سنت نہ ہو (اعلیٰ حضرت قبلہ ان ابرار میں سے تھے جو آیہ کریمہ وفی اموالہم حق للسائل والمحروم کے مصداق ہیں حضور والا کو مدت العمر غربا سے محبت رہی ان کی امداد و اعانت فرماتے رہے اور وقت وصال بھی انہی کا خیال ہے کہ اپنے مرغب کھانے انہیں پہنچاتے رہیں، شان کرم یہ ہے)

- ۱۲۔ اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو، فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز، اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ، خواہ بکری کا ہو، شامی

کباب، پراٹھے اور بالائی فیرنی، اردکی بھری دال مع ادک و لوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف اگرچہ روزانہ ایک چیز ہو یوں کرو یا جیسے مناسب جانو مگر بطیب خاطر ہو۔ میرے لکھنے پر مجبور اُنہ ہو (دودھ کا برف دوبار، پھر بتایا، چھوٹے مولانا نے عرض کیا اسے تو حضور پہلے لکھا چکے ہیں فرمایا پھر لکھوان شاء اللہ مجھے میرا رب سب سے پہلے برف ہی عطا فرمائے گا اور ایسا ہی ہوا کہ ایک صاحب وقت دفن بلا اطلاع دودھ کا برف خانہ ساز لے آئے۔)

۱۳۔ ننھے میاں سلمہ کی نسبت جو خیالات حامد رضا خان کے ہیں میں نے تحقیق کیا سب غلط ہیں اور وہ احکام بے اصل، یہ شرعی مسئلہ ہے۔ میں کہتا ہوں نہ رو و رعایت سے ان کی غلط فہمی سے ان پر ان کی اطاعت و محبت واجب ہے اور ان پر بھی ان سے محبت و شفقت لازم، جو اس کے خلاف کرے گا اس سے میری روح ناراض رہے گی۔

۱۴۔ رضا حسنین، حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا، ہر فرض سے اہم فرض ہے اللہ توفیق بخشنے والسلام۔

۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ روز جمعہ مبارکہ ۱۲ بج کر ۲۱ منٹ پر یہ وقتی وصایا قلمبند ہوئے (دستخط) فقیر احمد رضا قادری غفرلہ بقلم خود بحالت صحت و حواس واللہ شہید ولہ الحمد و صلی اللہ تعالیٰ و بارک وسلم علی شفیع المذنبین و آلہ الطیبین و صحبہ المکرمین و ابنہ و حزبہ الی ابد اذا بدین والحمد للہ رب العلمین

الحضرت علیہ الرحمۃ کی زبان سے آخری حمد اور آخری درود

یہ درود آخری درود اور یہ حمد پہلی حمد ہے اور تحریر آخری تحریر ہے جو حضور پر نور علیہ السلام نے اپنی آخری عمر شریف میں تحریر فرمایا اس کے بعد پھر کچھ نہ تحریر فرمایا اور رضا حسنین یہ عرف میرے برادر مکرم جناب

حکیم حسین رضا خان صاحب کا ہے جو عرصہ دراز تک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں علاج کرتے تھے اور اخیر تک کرتے رہے۔ حضرت کے پہاڑ سے آنے پر بعض اعزہ کی رائے تبدیل معالج کی ہوئی، حضرت نے سن کر ہندی کی مثل فرمائی (گھر کا جوگی جو گیا ان گاؤں کا سدھ) اور فرمایا جب سے اس نے میرا علاج شروع کیا ہے اس وقت سے اس وقت تک اس کی کسی دوائے مجھے نقصان نہیں پہنچایا، اپنا عزیز ہونے کی وجہ سے کوئی اس کو نہیں سمجھتا اور نہ قدر کرتا ہے میرے خیال میں تبدیل علاج اور معالج کی حاجت نہیں۔

مجدد مائتہ حاضرہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ولادت و وفات کی تاریخیں خود تحریر فرمائی

ہیں۔

مجدد مائتہ حاضرہ کون تھا؟

بتاؤں وہ مجدد کون ہے؟ سنو اور گوشِ ہوش سے سنو، وہ وہی مقدس مفتی ہے جس کی زبان پر قدرت نے تاریخ ولادت کے لیے اس آیت کریمہ کی تلاوت کرائی **اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ** یعنی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی کچھ سمجھے کہ **اولئک** یعنی وہ لوگ کن کی طرف اشارہ ہے دیکھو آیت کریمہ مذکورہ کے پہلے کی آیت میں فرماتا ہے **لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یو آدون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آبائہم و ابنائہم و اخوانہم** یعنی تو نہ پائے گا انہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ و قیامت پر ان کے دل میں ایسے کی محبت آئی پائے جنہوں نے خدا و رسول کی مخالفت کی چاہے وہ ان کے باپ بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی تائید کی۔ تم ہمارے ممدوح کی پاکیزہ زندگی پر ایک نظر کر جاؤ اور کفر، و مرتدین و فرق ضالین کا جو رد و استیصال فرمایا ہے اس پر نظر ڈالو تو بے ساختہ کہہ اٹھو گے کہ آیت کریمہ کا خلعت فاخرہ تن اقدس پر کیسا زیب دیتا ہے اب آیت کریمہ کے بعد کی آیت تلاوت کرو **یدخلہم جنت تجری من تحتہا الانہر خالذین فیہا**

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ هم المفلحون ۝
 یعنی انہیں باغوں میں اللہ تعالیٰ لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں ہمیشہ رہیں گے اس میں
 اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہی لوگ اللہ والے ہیں، خبردار اللہ والے ہی مراد کو پہنچے۔ بتاؤں کہ وہ
 اللہ والا مجدد کون ہے؟ جس کو آیہ کریمہ کی بشارت کا وہ حق وہ استحقاق ہے کہ اگر اولئک میں بعد لام کے الف
 کو کتابت میں ظاہر کر دو تو اس کی عمر شریف کی تعداد ۶۸ برس کا پتا چلتا ہے اب اولئک کی جگہ مدوح کا تصور
 کرو اور پاکیزہ حیات کو سوچ کر بعونہ تعالیٰ کہہ سکتے ہو کہ وہ ارستھ برس والا کامل الایمان و موید من اللہ تھا۔
 بتاؤں کہ وہ موید من اللہ مجدد کون ہے؟ بے دینوں کا ستیاناس ہو، حاسدوں کا برا ہو، وہ وہی مبارہستی ہے جس
 کے علم و کمال و فضل بے مثال نے دشمنوں کی آنکھیں خیرہ کر دیں اور اسلام و اہل اسلام کی موجودہ حالت پر شور و
 شر زمانہ میں بچپن برس تک مدد و محافظت فرما کر دین کو تازہ زندگی عطا کر کے ۱۳۴۰ھ کو ارستھ برس کی عمر شریف
 میں ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہو گیا اور ۲۵ صفر یوم جمعۃ المبارک اپنے رب سے جا ملا۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

محدث سورتی کے پوتے کا بیان

نبیرہ حضرت محدث سورتی مولانا قاری احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ وصال شریف کے بعد جب
 اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو غسل دینے کے لیے بستر سے اٹھایا گیا تو سر ہانے سے ایک کاغذ برآمد ہوا جس پر سورۃ
 دہر کی یہ آیت کریمہ لکھی ہوئی تھی ویطاف علیہم بآنیۃ من فضۃ واکواب نیچے لکھا ہوا تھا اگر اس آیت کو
 واؤ سمیت پڑھا جائے تو میرے انتقال کی تاریخ نکلتی ہے اور اگر بغیر واؤ کے پڑھیں تو حضرت مولانا شاہ
 وصی احمد صاحب محدث سورتی کے انتقال کی تاریخ نکلتی ہے۔ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ کا انتقال
 اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے وصال سے ۶ سال قبل ۱۳۳۴ھ میں ہوا تھا۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی وفات پر اخبارات میں اظہارِ ملال

حضرت امام اہل سنت مجدد مائتہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ قدس سرہ العزیز کے انتقال پر ملال کے نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہند حرمین طیبین مصر و شام بیروت کے اخباروں میں بھی اس حادثہ ارتحال کی خبریں نہایت ہی حسرت و افسوس کے ساتھ شائع اخباروں میں بکثرت مضامین اس قسم کے لکھے گئے اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو مستقل کتاب ہو جائے مولانا ظفر الدین کہتے ہیں کہ میں صرف یہاں ”اخبارِ بدبہ سکندری“ ریاست رامپور جلد ۵۸ سے ان کو نقل کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

دبدبہ سکندری جلد ۵۸ نمبر ۹۔ عالم بے بدل امام اہل سنت کی وفات

اس حادثہ کو لکھتے ہوئے قلم تھراتا اور کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ نہ صرف بریلی بلکہ تمام ہندوستان کے ایک زبردست عالم بے بدل اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ مولانا مفتی حاجی قاری شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ قادری برکاتی بریلوی نے ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء یوم جمعہ کو ۲ بجے انتقال فرمایا مرحوم ایک عرصہ سے علیل و کمزور رہتے آتے تھے، یہ افسوسناک خبر شہر میں برقی رو کی طرح پھیل گئی اور جس نے سنا اس پر کوہ الم ٹوٹ پڑا اور جوق در جوق مسلمان آستانہ رضویہ پر جمع ہونے لگے اس روز مسلمانوں میں ایک سنائے کا علام تھا ۲۶ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو دن کے ۴ بجے مسجد رضوی کے پہلو میں مطبع والا جو مکان تھا اس میں دفن کیے گئے نماز جنازہ خلائق کے اثر دھام کے باعث عید گاہ کے وسیع میدان میں شاندار طریقہ سے پڑھی گئی اور اس طرح یہ غیر معمولی ہستی ہمیشہ کے لیے ہم سے پردہ فرما گئی اس حادثہ پر مسلمان بہت روئیں گے کیونکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ذات والا صفات دین کے لیے سپر تھی اور معاندین اہل سنت کے اس صادق جانباز عاشق رسول کے سامنے چراغ گل تھے دنیائے سنت کے اس بڑے حادثہ میں ہمیں ان کے

صاحبزادگان سعید جناب مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ حامد رضا خان صاحب قادری اور جناب مولانا مولوی مفتی شاہ مصطفیٰ رضا خان صاحب قادری اور صاحبزادیوں اور دیگر اعزہ سے غیر معمولی ہمدردی ہے مفصل ہم آئندہ شمارے میں لکھیں گے اور امید کرتے ہیں کہ بعض خصوصی احوال سے صاحبزادگان گرامی قدر مشرف فرمائیں گے۔ (اخبار دبدبہ سکندری، بریلوی انڈیا)

دبدبہ سکندری نمبر ۱۰۔ ۷ نومبر ۱۹۲۱ء ”موت العالم موت العالم

۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء جمعہ کے روز ۲ بج کر ۳۸ منٹ پر اسلام کے پیشوائے اعظم مقتدائے فضلاء عالم، ماتہ حاضرہ کے مجدد، ملت طاہرہ کے مؤید، اعلیٰ حضرت جلیل المرتبت مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ قاری محمد احمد رضا خان صاحب قادری برکاتی قدس سرہ نے ذکر الہی کے ساتھ عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مسلمانانِ عالم کے قلوب بے چین ہیں بریلی میں گھر گھر ماتم کدہ بنا ہوا ہے، جابجا سے افاضل و امثال دین جمال کے دیوانے کی وہ کثرت تھی کہ سوائے عید گاہ کے کسی اور مقام میں نماز جنازہ کا ادا کرنا ممکن نہ معلوم ہوا، وسیع سڑکوں اور بلندیوں پر چڑھ کر دیکھنے سے جہاں تک نظر جاسکتی تھی انسانوں کا انبوہ ہی انبوہ نظر آتے تھے۔ ایک بچے عید گاہ پہنچے اور بعد نماز ظہر حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ محمد حامد رضا خان صاحب قبلہ دامت برکاتہم نے بعد تلقین ترکیب نماز حسب نماز جنازہ اور تکبیر سوم کے بعد وہ ادعیہ کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ”فتاویٰ مبارکہ“ میں تحریر فرمائیں اور معمولہ حضور اقدس تھیں، حسب وصیت پڑھیں، مقتدیوں کو بعد دعا معمول کے آہستہ آمین آمین کہنے کی ہدایت فرمادی تھی۔ پھر وہاں سے اسی شان و شوکت کے ساتھ واپس ہوئے جنازہ کے سامنے نعت خوانی اور درود شریف پڑھتے ہوئے محلہ سوداگران لائے اور حضرت مولانا مفتی شاہ محمد حامد رضا خان صاحب کے مکان میں اس سرالہی اور ودیعت ربانی نے پردہ فرمایا، قریب مغرب دُفن سے فراغ ہوا اور ابھی تک شیدایانِ صادق العقیدہ کے غول کے غول مرقد اقدس کا طواف کر رہے ہیں۔

سرکار اعظم اجمیر شریف میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی فاتحہ سوم

زیر اہتمام سید غلام علی صاحب، خادم درگاہ اجمیر شریف۔ رپورٹ دبدبہ سکندری نمبر ۱۰۔ ۷ نومبر ۱۹۲۱ء
 ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء یوم جمعہ کو بوقت شب سید حسین علی صاحب ولد سید صدیق علی
 صاحب وکیل جناب نواب صاحب بہادر، والی ریاست جاوہر، خادم سرگاہ معلیٰ سرکار اعظم اجمیر شریف کے
 نام ایک تار مرسلہ، حضرت قبلہ مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خان صاحب بریلی سے آیا جس میں تحریر تھا کہ
 اعلیٰ حضرت قبلہ کا وصال ہو گیا اس حادثہ ہوش ربا کو معلوم کر کے تمام مریدین و معتقدین کو جو اور جتنارنج والہ ہو
 اس کا حال تو عالم الغیب ہی خوب جانتا ہے اس حادثہ کی سب احباب کو اطلاع دی گئی اور سید حسین علی صاحب
 نے فاتحہ سیوم کا انتظام کیا اور اول بروز اتوار ۲۷ صفر المظفر کو آستانہ عالیہ حضور خواجہ خواجگان سرکار اعظم خواجہ
 غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازہ جنوب واقع دالان نواب اڑکٹ، بعد نماز صبح قرآن خوانی ہوئی، جس
 میں چند صاحبزادگان و چند مدرسین و طلباء مدرسہ معینیہ عثمانیہ و مدرسین معینیہ اسلامیہ ہائی اسکول شریک رہے
 اس کے بعد ڈھائی بجے موافق قاعدہ صاحبزادگان درگاہ معلیٰ ختم فاتحہ سوم کے واسطے شرقی دروازہ صحن درگاہ
 معلیٰ میں آکر ختم کیا گیا۔ اس وقت علاوہ صاحبان مذکور کے حضرت جناب میر سید ثار احمد صاحب قبلہ متولی
 درگاہ عرس پناہ اور چند اشخاص مدرسہ حنفیہ صوفیہ ویامی، اجمیر شریف بغداد کثیر شریک تھے بعد ختم، تبرک تقسیم ہوا
 اور اس طرح اعلیٰ حضرت مجدد مایۃ حاضرہ مولانا مولوی شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ سوم
 سرکار اعظم اجمیر شریف میں کی گئی۔

دبدبہ سکندری نمبر ۱۰ ص ۵ کا ایک نوٹ

اخباری دنیا میں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا ماتم انتقال پر ملال مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی،
 اخبار ”منبر عالم“ مراد آباد میں یوں ہوا۔

اجل لگا ہوئے گھات ہر کسی پر ہے

بہوش باش کہ عالم روا روی پر ہے

بریلی کے ایک تار سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حضرت مولانا مرحوم، سنی، حنفی، علما میں ایک غیر معمولی قابلیت و لیاقت کے عالم تھے۔ جن کی تصانیف کثیرہ سے نہ فقط ہندوستان بلکہ ممالک غیر بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس خبر وحشت اثر نے افسوس کی جا بجا صف ماتم بچھادی۔ چنانچہ مراد آباد سے مولوی نعیم الدین صاحب اور بہت سے حضرات جو آپ کے شاگردان و مریدان میں ہیں، فوراً بریلی روانہ ہو گئے۔ جن کے آنے پر مفصل حالات معلوم ہوں گے کل ہی کی بات ہے کہ مولانا مرحوم کے صاحبزادہ مولوی حامد رضا خان صاحب کے نام سے ایک چٹھی جعلی اخبارات میں چھپ چکی تھی جس کی فوراً تردید ہوئی تھی اور اُمید تھی کہ اس افترا پردازی کا کیا گل کھلے گا۔ کہ یکا یک یہ خبر آ گئی کہ مولانا مرحوم کے بے وقت انتقال سے قوم کو ایک غیر معمولی صدمہ و نقصان برداشت کرنا پڑا، کیونکہ آپ کے ”دارالافتاویٰ“ سے مسلسل اشاعت دین ہوتی رہتی تھی مگر اُمید ہے کہ آپ ہی کے نقش قدم پر آپ کے سچے جانشین چلیں گے اور ان مفید علمی و مذہبی اشاعتوں کا باب بند نہ ہوگا آخر میں ہم مرحوم کے لیے دعاء مغفرت اور ان کے پسماندگان سے اظہار افسوس و ہمدردی کرتے ہیں۔

”روزانہ اخبار“ بریلی

نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا

فقط ایک نام نکوئی رہے گا

سچ ہے اس عالم ناپائیدار میں بجز ذات باری تعالیٰ باقی سب فانی نہیں۔ کل نفس ذائقۃ الموت کے مصداق ہیں۔ سب ہی کو ذائقۃ موت چکھنا پڑے گا۔ مگر بعض انسانی ہستیاں ایسی داعی اجل کو لبیک کہتی ہیں جن سے پس ماندگان کی چشم پر غم اور دل ہمیشہ متاسف رہا کرتا ہے اور رہ رہ کر عدم کو سدھارنے کی یاد آیا کرتی

ہے بریلی میں بھی ایک نہایت المناک حادثہ گزرا ہے جس نے بھی اس حادثہ روح فرسا کو سنا اس پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا ہے۔ آہ وہ حادثہ جانگداز کیا ہے یہ لکھتے ہوئے قلم تھراتا ہے تاہم نہایت مختصر پیرایہ میں یہ تاسف انگیز خبر شائع کی جاتی ہے کہ بریلی کے مشہور زبردست عالم فاضل مجدد مایۃ حاضرہ عالی جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب نے کل بروز جمعہ بوقت سہ پہر ایک طویل علالت شدید کے بعد وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آج تجہیز و تکفین عمل میں آنے کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ مرحوم مغفور بعد از فراغت نماز سوداگری محلہ، متصل مسجد ایک مقام پر دفن کیے گئے۔

وہی دھوم ان کی ہے ماشاء اللہ الا ان اولیاء اللہ لا یموتون

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست بر جریدہ عالم دوام

اللہ اللہ! جو لوگ محبوب حقیقی ہیں فنا ہو جاتے ہیں۔ پھر انہیں حیات جاودانی ہے۔ انہیں موت نہیں

آتی۔ الا ان اولیاء اللہ لا یموتون۔ انہیں تو ان کے محبوب جلیل سے وصال میسر ہوتا ہے اس لیے وہ

موت کی تمنا کیا کرتے ہیں ”ان زعمتم انکم اولیاء اللہ فتمنوا الموت ان کنتم صدیقین“ ان کی

موت حقیقتہً ان کے وصال الی الحبیب کا نام ہے سجن اللہ

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے

کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارا تیرا

انہیں میں ہیں امام اہل سنت مجدد مایۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ، حضور پر نور، مرشد برحق سیدنا

اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ جب تک دنیا میں قیام فرمایا، کوئی وق، کوئی ساعت، کوئی آن، کوئی لمحہ،

حمایت دین سے خالی نہ چھوڑا اپنے پیارے آقا حضور پر نور سیدنا احمد کی رضا میں غرق رہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ

والہ وسلم، غیر کی طرف التفات نہ کیا خود بدولت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

انہیں جانا، انہیں مانا، نہ رکھا غیر سے کام

لہ الحمد کہ دنیا سے مسلمان گیا!

”رضی اللہ تعالیٰ“ اللہ اکبر ۲۵ صفر یوم جمعہ مبارک ۱۳۲۰ھ کو ۱۲ بج کر ۲۱ منٹ پر قبض روح شریف سے صرف دو گھنٹے سترہ منٹ پیشتر جو ”وصایا مبارکہ“ قلمبند کرائے ان کے مطالعہ سے اس کا بین ثبوت ملتا ہے کہ جو ایسا قبیح سنت، پابند شریعت ہے اپنی زندگی میں کیا حال ہوگا اس کی اتباع شریعت و پابندی شریعت کا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

الحضرت علیہ الرحمۃ کے آخری کلمات

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے یہ وہی ”وصایا شریف“ ہیں جو اس کتاب میں مذکور ہیں، وصال سے تھوڑی دیر پیشتر فرمایا، تصویریں ہٹاؤ، مجدد ملت کے گھر تصویر کا کیا کام! فرمایا روپے، پیسے، کارڈ، لفافے، ان سب پر تصاویر ہیں، انہیں ہٹاؤ، تعمیل ارشاد کی گئی، یہ غایت احتیاط و نہایت تقویٰ تھا، پھر فرمایا بیٹھے کیا ہو۔ سورۃ یسین شریف پڑھو، حضرت شاہزادہ اعظم مولانا حامد رضا خان صاحب مدظلہم العالی نے وضو کر کے یسین شریف پڑھی، پھر سورۃ رعد شریف سنائی، ایک آیت صاف سننے میں نہ آئی دوبارہ پڑھوایا ایک جگہ سبقت لسان سے عملو کا عملو نکل گیا بتایا عملو جب ختم ہوگئی، تو وہ دعائیں پڑھنا شروع فرمائیں جو سفر کے وقت تمام و کمال پڑھا کرتے تھے منجملہ ان پیارے الفاظ کے یہ بھی ہے اللھم اطولنا بعدہ اللھم ارزقنا سعدہ اے اللہ اس سفر کی درازی کو میرے لیے مختصر فرما دے اور اے اللہ اس سفر میں ہمیں کامیابی عطا فرما، اللہ اکبر! جب سینے پر دم آیا اس وقت کلمہ طیبہ پڑھا۔ جب ہمارے آقا و مولیٰ کو بولنے کی طاقت نہ رہی اس وقت بھی لبہائے مبارک جنباں تھے۔ کان لگا کر سنا تو ”اللہ اللہ“ فرما رہے تھے۔ یہاں تک کہ ہر سانس میں اللہ نکلتا تھا۔ اسی طرح اپنے محبوب حقیقی کا ذکر کرتے ہوئے اس دار فنا سے دار بقا کو تشریف لے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ و رضی اللہ تعالیٰ عنہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک و سلم

بہت مخلصین کو تار دیے گئے، جس جس مسلمان کو خبر ہوئی کو غم اس کے دل پر ٹوٹ پڑا اور کیوں نہ ہو کہ آج وہ خورشید جہاں تاب مصطفائی افتق قرب میں غائب ہوا جس کی پیاری روشنی سے اہل سنت کے دل

منور، آنکھیں روشن، جگر ٹھنڈے، جانیں سیراب تھیں جس کے روئے منور میں ایمان والوں کو جمال بغداد کے جلوے ملتے تھے جس کے چہرہ انور میں حسن مصطفیٰ ﷺ کی جھلک نظر آتی تھی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کیوں نہ ہو خود حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں ”من صافح عالماً تقياً فکانما صافحنی“ جس نے کسی پرہیزگار عالم سے مصافحہ کیا، گویا اس نے مجھ سے مصافحہ کیا، جس کی خوشبو سے گلشن اسلام مہک رہا تھا جس کے نور سے بزم شریعت جھلک رہی تھی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنا۔

الحضرت علیہ الرحمۃ کو غسل دیا جاتا ہے

دوسرے روز شنبہ کو ابجے غسل شریف عمل میں آیا۔ ہر بات مطابق سنت و موافق ارشاد حضور ہوئی باوجود اس قدر دیر گزرنے کے، جسم شریف نہایت نرم و نازک ہی تھا۔ پائے اقدس کو مس کرنے والوں کا بیان ہے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ریشمین باریک کپڑوں کی تہ کردی گئی ہے اور کیوں نہ ہو وہ سچے وارث و نائب انبیاء تھے۔ اپنے پیارے آقا ﷺ منظورِ نظر تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”نہیں مس کیا میں نے کسی ریشمین کپڑے یاد کیا کہ حضور اقدس ﷺ کے کف اقدس سے زیادہ نرم ہو۔“ رواہ البخاری فی صحیحہ، تو اس وصف کریم کا پر تو بھی ہمارے مرشد برحق آقا و مولیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کامل تھا، بعد غسل و کفن جنازہ شریف تیار ہوا اللہ اکبر

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے اٹھے

اطراف و جوانب حتیٰ کہ پبلی بھیت، مراد آباد، رامپور، علی گڑھ، شاہجہانپور اور پیپور، میواڑ وغیرہ مقامات کے حضرات اہل سنت آگے آگے تھے ایک عالم تھا عشاق کا۔ تخمینہ گیارہ ہزار آدمیوں کا کیا جاتا ہے۔ جنازہ مبارکہ کے آگے آگے یہ سلام موافق وصیت پڑھا جا رہا تھا

کعبہ کے بدرالدجی تم پہ کروڑوں درود

طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

الحضرت علیہ الرحمۃ کے جنازے کا منظر

اللہ اکبر! یا رسول اللہ! یا غوث الوری! کے نعروں سے گلی کوچے گونج رہے تھے یہ کرامت جلیلہ آنکھوں دیکھی گئی کہ کل جو لوگ اس رہنمائے دین کی مخالفت پر کمر بستہ تھے آج اس نائب مصطفیٰ ﷺ کے حضور سر نیاز خم کیے کھڑے ہیں۔ بہت کوشش کندھا دینے میں کی، جب نہ میسر ہوا اپنی ٹوپی ہی جنازہ شریف سے مس کر کے چومتے اور سر پر رکھتے تھے۔

الفضل ما شهدت به الاعداء

حق وہ ہے جو باطل پرستوں سے اپنا کلمہ پڑھوا چھوڑے، اسی شان و شوکت کے ساتھ جنازہ عید گاہ پہنچا، نماز جنازہ ہوئی، پھر اسی شان و شوکت کے ساتھ جنازہ واپس ہوا، مسجد کی جانب شمال محلہ سوداگران، میں جو حضرت شاہزادہ اعظم مدظلہ العالی کا مکان مبارک ہے، قربان اس تقدیر کے جو اس مجدد ملت حبیب محبوب خدا ﷺ کی آرام گاہ بنا۔

الحضرت علیہ الرحمۃ کے وصایا کی تعمیل کی

بعد دفن وصایا کی تعمیل ہوئی ڈیڑھ گھنٹہ مواجہہ شریف میں صلاۃ رضویہ کا حلقہ رہا پھر تین شبانہ روز علی الاتصال بلا انقطاع، مواجہہ شریف میں تلاوت قرآن مجید جاری رہی۔ اب تک حضور کے شیدائی و سچے فدائی دیار و امصار سے برابر شدہ حال کر کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہو کر طواف مزار سے بڑے شوق و ذوق سے استفاضہ خیرات و برکات کر رہے ہیں۔ ہر پنجشنبہ کو مواجہہ شریف میں مجلس میلاد شریف منعقد ہوتی ہے اور بارگاہ رضویہ پر ہر پنجشنبہ کو چادر نذر لاتے ہیں اور چادر شریف کے ساتھ نعت خوانی و نعرہائے اللہ اکبر و یا رسول اللہ کی گونج اور ہجو عاشقان ہوتا ہے۔ دبدبہ سکندری نمبر ۱۱، ص ۱۱:۱۱

ریاست اودھ پور میواڑ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تعزیت

مکرمی جناب قاضی یعقوب محمد صاحب، جوائنٹ سیکریٹری، مدرسہ اسلامیہ اودھ پور نے لکھا کہ اعلیٰ حضرت صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ بریلوی (مولانا مولوی شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ) کے حادثہ انتقال پر ملال سے یہاں کے تمام مسلمانوں کو غیر معمولی رنج و افسوس ہوا۔ اور اظہار الم کے لیے تمام شہر کے مسلمان اور تمام اراکین انجمن تعلیم الاسلام (مدرسہ اسلامیہ) گزشتہ اتوار کو مسجد ہاتھی پول میں جمع ہوئے اور ایصال ثواب کے لیے چار سو قرآن ختم کیے جس کے بعد مخدومی جناب مولانا عبدالکریم صاحب قادری نقشبندی جتوری مدرس مدرسہ اسلامیہ اودھ پور میواڑ نے اپنی فاضلانہ اور پُر اثر تقریر میں اعلیٰ حضرت، صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کے حالات طیبات اور ان کی دینی خدمات اور ملی جذبات بیان کیے جس کو سن کر تمام حضرات حاضرین جلسہ گریاں و نالاں تھے اور نہایت درجہ رنج و غم کا اظہار کر رہے تھے آخر میں اس دعا پر اختتام جلسہ ہوا کہ خدا تعالیٰ اعلیٰ حضرت صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کی مغفرت فرما کر درجات عالیات عطا فرمائے اور ان کے اعزہ و احبا کو ان کے حادثہ وفات پر صبر کی توفیق بخشے اور حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ حامد رضا خان صاحب قبلہ سجادہ نشین اعلیٰ حضرت صاحب قبلہ کو ہم تشنگان علوم شریعت و طریقت کے سروں پر تا دیر فیض بخش رکھے جن کی ذات بابرکات سے تمام متوسلین آستانہ رضویہ کی دینی اُمیدیں قدرت نے وابستہ کر دی ہیں اراکین مدرسہ اسلامیہ خاص طور سے اسلامی دنیا کے اس اہم حادثہ میں خاندان والا دودمان سے اظہار ہمدردی کرتے ہیں اور تجویز کرتے ہیں کہ براہ راست ایک تعزیت نامہ سجادہ نشین صاحب قبلہ موصوف کی خدمت والا درجت میں بریلی شریف ارسال کیا جائے اور ایک اطلاع اخبار ”دبدبہ سکندری“ میں شائع کرنے کے لیے بھیج دی جائے۔

بہرائچ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا جلسہ تعزیت

۴ نومبر ۱۹۲۱ء کو بعد نماز جمعہ جامع مسجد درگاہ حضرت سید سالار مسعود غازی علیہ الرحمۃ واقع بہرائچ میں اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ، مولانا مولوی مفتی حاجی قاری شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کی وفات حسرت آیات پر ایک شاندار جلسہ تعزیت منعقد ہوا مجمع بہت کثیر تھا اور ہر شخص رنج و غم میں ڈوبا ہوا تھا صدر جلسہ حضرت مولانا مولوی احسان الحق صاحب نعیمی، مفتی درگاہ معلیٰ نے ایک پُر زور تقریر میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے فضائل و محامد بیان کیے اور یہ بات ثابت کی کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی وفات نہ صرف سنیوں کے لیے بلکہ مسلمانانِ عالم کے لیے ایک صدمہ عظیمہ ہے۔ جلسہ فاتحہ خوانہ پر ختم ہوا اور تجویز ہوا کہ حضرت مولانا مولوی مفتی قاری حاجی شاہ حامد رضا خان صاحب، سجادہ نشین و دیگر اعزہ کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا جائے۔

احمد آباد گجرات میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کے لیے ایصالِ ثواب کا عظیم الشان جلسہ

(مطبوعہ ”دبدبہ سکندری“ نمبر ۱۱، ص ۱۲: ۱۱ کا لم دوم)

مرسلہ جماعت کارکنان جلسہ عید میلاد النبی ﷺ ٹیمبا پول احمد آباد۔ بتاریخ ۳ ربیع الاول بروز جمعہ المبارک ۸ بجے شب کے میدان ٹیمبا پول میں جلسہ عید میلاد النبی ﷺ منعقد ہوا۔ حضرت مولانا ابوالکمال صاحب نے جن کو اس جلسہ کے لیے مراد آباد سے مدعو کیا گیا تھا ایک عجیب و غریب پیرایہ میں بیان ولادت شریف فرمایا..... فلسفیانہ دلائل زبان کی سلاست، کلام کی رنگینی، اظہارِ نکات ایک نیا لطف دکھا رہی تھیں، معلوم ہوتا تھا کہ انوار الہیہ کا مینہ برس رہا ہے اثنائے بیان میں خلافت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ غازی مصطفیٰ کمال نے بہت سی تدابیر کیں مگر کافی طور سے کامیاب نہ ہونے کے بعد انگور کی مسجد میں لاکھوں آدمیوں کے

اجتماع کے ساتھ میلاد اقدس پڑھا، اس کے ذریعہ سے دربار رسالت میں دعا کی کہ مجھے سلاح و افواج پر بھروسہ نہیں ہتھیار و آلات پر گھمنڈ نہیں، حضور کی ذات پر اعتماد ہے میں حضور کے کرم پر نظر کر کے کھڑا ہوں۔ اس میلاد اقدس کا صدقہ مجھے دشمنوں پر فتح و نصرت مرحمت ہو اس دعا کا کرنا تھا کہ فتح پر فتح شروع ہوگئی۔ میں ہندوستان کے مسلمانوں سے تحریک کرتا ہوں کہ وہ بھی اس سے سبق حاصل کریں اور ہندوستان کے ہر گوشہ میں میلاد شریف کی مجالس منعقد کر کے سلطنت اسلامیہ کی فتح و نصرت کی دعائیں مانگیں۔

اس کے بعد مولانا نے خلافت کے لیے دعا مانگی اور تقریر ختم کر کے پنج آیات تلاوت کیں اور اس کا ثواب اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کی روح کو پہنچایا اور دعا کی کہ پروردگار عالم ان کے جانشین و خلیفہ و صاحبزادہ حضرت مولانا حامد رضا خان صاحب جو حقیقۃً مولانا کے نمونہ ہیں اور فاضل ضلیل، عالم نبیل، حامی دین، مفتی شرع متین، حضرت مولانا حکیم حافظ نعیم الدین صاحب مراد آبادی جو معقول و منقول کے زبردست و مستند عالم اور اسلام کے کامل مناظر ہیں ان کی عمروں میں برکت عنایت فرمائے کہ یہ حضرات بھی خدمت مذہب سرگرمی و مصروفیت کے ساتھ انجام دیں اور اسلام و مسلمین کو اپنی ذات سے بے شمار منافع پہنچائیں! آمین! جلسہ آمین و مرحبا کی صداؤں سے گونج رہا تھا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی وفات کے ایام

عصر کے آخری وقت میں قل کے بعد فاتحہ ہوئی، ساتھ قرآن عظیم ختم ہوئے اور اسی جلسہ میں مولانا برہان میاں صاحب نے باوجود بخار و ضعف کے حضرت امام اہل سنت اقدس سرہ العزیز کے وہ دونوں مبارک صحیفے پڑھ کر سنائے جو مولانا اور حضرت قبلہ کے نام بچوں کی تعزیت میں تشریف لائے تھے اور یہی آخری صحیفے تھے، مجلس مبارک میں کوئی فرد نہ تھا کہ آنکھیں اشکبار نہ ہوں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہاں جس وقت قل و فاتحہ ہوئی، وہی وقت حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفن کا وقت تھا، الحمد للہ یہ ہم وابستگان دامن اہل سنت، جہلپور پر خاص توجہ و لطف روحانی کی مبارک علامت ہے، اس کے بعد متواتر تین

دن تک بعد نماز فجر مسجد ارمنی، مسجد پھوٹا تال، مسجد خانسا مان مرحوم گڑھا پھانک میں اور دوسرے ہفتے میں سینچر کو مسجد مومناں (پارچہ بافاں) مدار ٹیکری اور تیسرے ہفتے میں سینچر کو مسجد بھان ملیا میں قرآن خوانی اور فاتحہ ہوئی اور اس طرح ہم حلقہ بگوشان سلسلہ مبارک ”قادر یہ رضویہ اسلامیہ“ نے اپنی نیاز کیشی، غلامی، عقیدت مندی کا اظہار کر کے اپنی عاقبت کے مبارک وسیلہ کو مضبوط کر لیا اگرچہ وہ ذاتِ اطہر ہم گنہگاروں سے اس بات کی محتاج نہ تھی ثنا اللہ تعالیٰ و سائر المسلمین علی الصراط المستقیم و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ محمد و آلہ و صحبہ و ابنہ و حزبہ و اولیاء امتہ و علماء ملتہ اجمعین و علینا معهم و بہم امین۔

وفات کی رات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا

عشاء کے وقت کچھ خبر نہ ملی شب کو اسی پریشانی میں سو گیا، اعلیٰ حضرت قبلہ کی زیارت سے مشرف ہوا کہ مسجد میں نہایت ہی سفید صاف شفاف لباس زیب بدن فرمائے تشریف رکھتے ہیں، چاروں طرف لوگ حاضرین اور بدستور مسئلے مسائل پوچھ رہے ہیں، لیکن میں بالکل خاموش اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو حیرت کی نگاہ سے دیکھ رہا ہوں کہ خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ مولانا آپ اس قدر حیرت میں کیوں ہیں، میں نے عرض کیا حضور مولانا صاحب کا تار میرے پاس پہنچا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا وصال ہو گیا اور میں آپ کو زندہ دیکھ رہا ہوں، اس پر مسکرا کر فرمایا تو آپ نے اس تار پر یقین کر لیا، میں نے کہا مجھے یقین تو نہیں ہوا اسی لیے میں نے تار دے دیا کہ کیا آپ نے کوئی تار میرے نام بھیجا ہے لیکن اس کا جواب نہ پہنچا تو مجھے پریشانی ہوئی اور اسی پریشانی میں حضور کو دیکھنے خود چلا آیا ہوں الحمد للہ حضور کو دیکھ کر ایسی مسرت ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اور اسی لیے میں مبہوت ہو کر آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ ایسا تار کیوں دیا گیا۔

اسی حالت میں آنکھ کھل گئی تو مجھے یقین ہو گیا کہ تار سچا ہے اس لیے کہ حضور اگرچہ برابر سفید ہی پارچہ پہنا کرتے تھے مگر اس جوڑے کی سفیدی اور براتی دوسرے قسم کی ہے، رہا زندہ دیکھنا تو اس کا مصداق ہے

ان الا حباء احياء وان ماتوا

وانما النقل من دار الى دار

صبح کے وقت دوسرا تار بھی بریلی شریف سے آگیا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے وصال کی خبر صحیح ہے اسی وقت ”مدرسہ اسلامیہ سٹمس الہدیٰ“ میں اس کی شہرت ہوگئی لیکن اوقات مدرسہ کی پابندی کی وجہ سے مدرسین اس وقت نہ آ سکے، جب ۴ بجے مدرسہ میں تعطیل کی گھنٹی بجی اسی وقت پرنسپل و جملہ مدرسین مدرسہ میرے کمرہ میں تشریف لائے اور اس حادثہ جانکاہ پر غم و افسوس کا اظہار کیا چنانچہ میری استدعا پر سب حضرات نے ۳-۳ مرتبہ درود شریف ایک ایک مرتبہ سورہ فاتحہ ایک ایک مرتبہ آیۃ الکرسی ۳-۳ مرتبہ سورہ اخلاص پھر ۳-۳ مرتبہ درود شریف پڑھ کر اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے روح پر فتوح کو ایصال کیا اور پنجشنبہ کا دن ۲ ربیع الاول شریف کہ مدرسہ صرف تین گھنٹہ اور صبح کے وقت ہوا کرتا ہے ختم قرآن شریف کے لیے مقرر کیا گیا چنانچہ پنجشنبہ کے دن پہلے ہی گھنٹے میں پھر میں نے جملہ مدرسین و طلبہ کو یاد دہانی کر دی کہ گھنٹی ہونے کے ساتھ ہی سب حضرات نوری مسجد میں جمع ہو کر ختم قرآن شریف کر کے ایصال ثواب کریں، خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں سات ختم قرآن شریف ختم ہو گئے اس کے بعد قتل ہوا اور سب لوگوں کو ایصال ثواب کے لیے شیرینی تقسیم کی گئی اس کے بعد میں نے حضرت حجتہ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب شاہزادہ اکبر سجادہ نشین اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں تعزیت کا خط لکھا۔

ونعم من قال۔

تو زندہ ہے واللہ، تو زندہ ہے واللہ!

میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے!

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ حضور کا سایہ ہم غلاموں کے سروں پر تادیر قائم رکھنے اور رشد و ہدایت کا باڑا جس

طرح اس در سے بٹتا تھا ہمیشہ بٹتا رہے اور ہم جیسے بھکاری ہمیشہ اپنی جھولیاں بھرتے رہیں۔ آمین ثم آمین (۱)

(فقیر رضوی محمد ظفر الدین قادری)

قطعات تاریخ ارتحال حسرت اشتمال

حافظ حاجی محمد خلیل الرحمن صاحب

حامی دین متین جناب مولوی قاضی حافظ حاجی محمد خلیل الرحمن صاحب حافظ وکیل اوزیری مجسٹریٹ،

پہلی بھیت دامت افضالہ۔

اُف وقت جمعہ مولوی احمد رضا خان کی وفات
تاریک ہے اہل نظر کی آنکھ میں کل کائنات
نامِ خدا ہوتی ہے، ایسی بھی حیات، ایسی ممات
قالب سے نکلی روح اشاروں سے ادا کر کے صلات
حادث ہے عالم، حادثے ہوتے ہی رہتے ہیں یہاں
اس حادثے کا نام سچا ہے ”اشد الحادثات“
کعبہ سیہ پوش آج ہے، غمناک ہے، ہر حق پرست
خوش پڑے پاپوش سے لات و منات و سومنات
حیرت ہے کیا؟ ندرت ہے کیا؟ مدحت سرائی پر اگر

مولانا مولوی ابویوسف محمد شریف صاحب کوٹلی لوہاراں سیالکوٹ

راہی ملک بقاء، شد مولوی احمد رضا

پیشوائے اہل سنت آہ ازما شد جدا

داور یغا حسرتا، صد حسرتا، صد حسرتا

قانع اعناق مبتدعین و ناصراہل دین

مولانا مولوی ابوالیاس، محمد امام الدین صاحب قادری رضوی کوٹلی لوہاراں

میرے قبلہ حضرت احمد رضا
ناصر ملت، امام اہل دیں
ہائے دنیا سے وہ رحلت کر گئے
اہل سنت پر بڑا صدمہ ہوا
بدل ان کا کوئی اب ملتا نہیں
ان کا مرنا ”ثلمہ فی الدین“ ہے
مصرع تاریخ ہاتف نے کہا
وہ وحید الدہر یکتائے زماں
وہ مجدد پیشوائے عارفان
ان کی فرقت میں ہیں سب نالہ کنان
ان کی فرقت میں ہیں سب نالہ کنان
ہائے پھر نعم البدل ہوگا کہاں
یہ کمی سب اہل دیں پر ہے عیاں
”داخل جنت ہوا قطب زمان“

۱۳۲۰ھ

سرشکن بد مذہبان آن کا سرنجدی جنود
وارث سلطان جیلان، ماہ تاباں دستگیر
مرات برکات و حمزہ نقشہ اچھے میاں
آں معین ما مجدد مرشدی احمد رضا
اے بصر لامعہ خود بود در ہندوستان
شد وصالش سیزدہ چہل ہجری سالخوان
ایں بگو نام حمیداً غیبی بگفت
قانع نبٹ قدیمہ قاطع راہِ جیم
جانشین محبوب اعلیٰ نائب نور کریم
نائب عشقی ست مارہری کہ آن قطب کریم
منبع فقہ و ذکاوت صاحب عقل سلیم
دریکے ہچو نشد علامہ واللہ العظیم
یوم جمعہ بست و پنجم از صفر شہر الکرم
آن سراج جاں وایماں، رفت در قصر نعیم

نوٹ: مندرجہ بالا قطعہ کے ہر مصرع سے سال رحلت ۱۹۲۰ء برآمد ہوتا ہے۔

مصطفیٰ محمد حمید الرحمن بریلوی قادری رضوی

ابن استاذ مداح الحبیب عفی عنہ ۱۳۲۰ھ

مولانا سید شاہ ابوسلیمان محمد عبدالمنان صاحب مظہر قادری چشتی

از ہمہ اسرارِ قرآن و حدیث آگاہ بود
محترز از ماسوا و عاشق اللہ بود
بہر گمراہان دشت و دہر خضر راہ بود
واصل حق گشت او حقا کہ حق آگاہ بود
”او بجان و دل پرستارِ رسول اللہ بود“

مولوی احمد رضا خان مقتدائے سنیاں
جان نثار احمد مختار و آلِ پاک او
ہادی اہل ضلال و پیرو دین مبین
کہربا کے جذبِ یزدانی بسوئے خود کشید
گفت مظہر مصرعہ سالِ وفاتِ آنجناب

۱۳۴۰ھ

اخباری دنیا میں فاضل بریلوی کی وفات پر تاثرات

اخبار روہیلکھنڈ دہلی مطبوعہ یکم نومبر ۱۹۲۱ء

سب سے بڑا حادثہ اس ہفتہ کا جناب مولوی حاجی حافظ قاری احمد رضا خان صاحب کی وفاتِ حسرت آیات ہے، وہ ایک مشہور عالم تھے اور حقیقتاً مختلف علوم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے ندوۃ العلماء کی مخالفت سے پہلے عام علماء اہل اسلام میں مقبولِ انام تھے مگر اس کارروائی سے ایک بڑا حصہ آپ سے علیحدہ ہو گیا تھا پھر علم غیب اور اذان کے مسئلہ نے اور بھی کشیدگیاں پیدا کر دی تھیں۔ آپ کی پر معنی جدت پسندیوں اور مخالفت و موافق اشتہار بازیوں سے دور دور آپ کی شہرت ہو چکی تھی، اخباری دنیا بھی اچھی طرح آپ سے واقف ہو چکی ہے علاوہ پیرانہ سالی کے آپ مدت سے علیل تھے کچھ عرصہ سے موسم گرما پہاڑ پر گزارنے لگتے تھے، جہاں سے حال ہی میں واپسی ہوئی تھی، جمعہ کے دن بعد نماز یکا یک یہ خبر شہر میں مشہور ہو گئی مگر جنازہ دوسرے روز اٹھایا گیا اور بعد نمازِ ظہر عید گاہ میں ہزاروں آدمیوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی گئی اور پھر مجمع عام اور نعت خوانی کے ساتھ مکان پر لا کر دفن کیا گیا، جہاں خاص طور پر میونسپلٹی سے دفن کی اجازت حاصل کر لی گئی تھی۔

جہان مرگیا

اخبار الفقہ امرتسر مطبوعہ ۵/ ۱۹۲۱ء کی سرخی سے اراکین جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کا مرسلہ جو ”دبدبہ سکندری“ میں بھی شائع ہو چکا ہے اور اسی کے حوالہ سے اس کتاب میں پہلے درج ہو چکا ہے، اس کو ۵ نومبر کی اخبار میں شائع کر کے جناب ایڈیٹر صاحب ”الفقہ امرتسر“ حسب ذیل الفاظ میں امام اہل سنت کی تعزیت کر رہے ہیں۔ ہم نے مندرجہ بالا خط کو جس رنج سے لکھا ہے اور اس سے جس قدر صدمہ ہمارے دل پر ہوا ہے اس کا اظہار بذریعہ تحریر ناممکن ہے ”موت العالم موت العالم“ ایک سچا مقولہ ہے۔ ایسے عالم حقانی کا دنیا سے اٹھ جانا درحقیقت دنیا کی موت ہے اس پر فتن زمانہ میں جب کہ فرقہ بے جالہ، دین اسلام کو خراب کرنے کے لیے بڑی جدوجہد سے کام لے رہے ہیں، ایسے وقت میں اس سیف صارم کا فوت ہونا مذہب اسلام کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچانے والا ہے، تاہم ان کی بے شمار تصنیفات تمام گمراہیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے ان کی قائم مقام ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے فرزند ان سعید جناب مولانا مولوی حامد رضا خان صاحب و جناب مولانا مولوی مصطفیٰ رضا خان صاحب کو ان کا صحیح جانشین بنائے اور ان کو توفیق دے کہ ان کے نقش قدم پر چل کر اور حمایت دین متین میں سرگرم رہ کر ماحی ضلالت ثابت ہوں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مدارج عطا فرمائے اور پسماندگان و متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق دیوے۔ آمین! مذکورہ بالا خط ایسے وقت پہنچا جب کہ ۵ نومبر کی کاپیاں تیار ہو کر پریس میں پہنچ چکی تھیں صرف اسی قدر درج ہو سکا باقی ان شاء تعالیٰ آئندہ اشاعت میں درج ہوگا۔ معراج الدین عفی عنہ۔

اخبار مشرق گورکھپور، مطبوعہ ۳ نومبر ۱۹۲۱ء ”موت العالم، موت العالم“

اسلام کی زبردست تعلیم اور سنت نبویہ کی مستحکم تلقین اور اشد آء علی الکفار پر شدت سے عمل کرنے والے حامی شریعت محمدیہ، جناب مولانا حافظ قاری مفتی شاہ احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۸ اکتوبر کو بریلی میں رحلت فرمائی دوسرے دن نماز جنازہ عید گاہ میں اس لیے ہوئی کہ هجوم بہت زیادہ تھا۔ گھر پر جگہ نہ تھی۔ بعد نماز جنازہ جناب حامد رضا خان صاحب خلف الصدق حضرت کے امکان میں دفن کیے گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

اخبار علی گڑھ گزٹ، مطبوعہ ۱۱ نومبر ۱۹۲۱ء ”موت العالم موت العالم“

یعنی ایک عالم کی موت ایک جہان کی موت ہے نہایت درست ارشاد ہے اور اس زمانہ میں اس کا مصداق حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی رحلت سے بہتر پایا نہیں جاتا جو ۲۵ ۱۳۴۰ھ بمطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء روز جمعہ کو پونے تین بجے پہر کے قریب واقع ہوئی، اِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ مرحوم اپنے عہد کے فقید المثال فقیہ تھے لیکن اس کے ساتھ آپ کو تفسیر، حدیث، معقول، ریاضی، فلسفہ اور ہیئت وغیرہ علوم کثیرہ میں ید طولی حاصل تھا آپ کی تصنیفات سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ جن میں سے بعض نہایت ضخیم و جہیم کئی کئی جلدوں میں ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت کثیر ہے۔ جو عراق، عرب، ترکستان، افغانستان وغیرہ تک میں پھیلی ہوئی ہیں ”البیرونی“ کی کتاب قانون مسعودی (جو ہیات قدیم میں ایک نایاب کتاب ہے) اس کے سمجھنے والے دنیا میں ایک دو ہی ہیں اور ان میں آپ بھی تھے۔ آپ کا فتویٰ ہمیشہ بے لاگ اور سیف قاطع ہوتا تھا کبر سنی اور امراض گونا گوں کے باعث کچھ عرصہ سے صاحب فراش چلے آتے تھے۔ ضعف روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ مگر مطالعہ و تحریر کا شغل آخری وقت تک جاری رہا بفضل خدا، فکر معاش سے فارغ البال تھے اور معقول زمینداری رکھتے تھے حدیث شریف میں آیا ہے ان اللہ لا یقبض العلم

انتزاعاً فترعه من العباد لكن يقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالماً اتخذ الناس رؤسا جهالاً فسئلوا فأفتوا بغير علم فضلوا واسئلوا "یعنی خدا تعالیٰ علم کو بندوں کے دلوں سے محو کر کے نہیں چھینے گا بلکہ علما کو اٹھالے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا، تو لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے۔ جن سے مسئلے پوچھے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے تو جس طرح خود گمراہ ہیں دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے" افسوس کہ مسلمانوں میں علما و اکابر کی تعداد روز بروز کم ہو رہی ہے اور جو فرد اٹھ جاتا ہے اپنی نظیر نہیں چھوڑتا۔ مرحوم "سلسلہ قادریہ" میں بیعت بھی کرتے تھے خدا ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

اخبار "ذوالقرنین بدایون" مطبوعہ نومبر ۱۹۲۱ء

حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی عرصہ سے علیل تھے، آخر ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ بمطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء، جمعہ کے روز ۲ بج کر ۳۸ منٹ پر اس جید عالم باعمل نے رحلت فرمائی فوراً آپ کے انتقال کی خبر آپ کے تلامذہ و مریدین کو جو دور دور پھیلے ہوئے ہیں دی گئی۔ ۲۶ صفر کی صبح کو ۹ بجے کے بعد جنازہ اٹھا۔ آدمیوں کی وہ کثرت تھی کہ سوائے عید گاہ کے کسی اور مقام میں جنازہ کی نماز کا ادا کرنا ممکن نہ معلوم ہوا، لوگ وسیع سڑکوں اور بلندیوں پر چڑھ کر دیکھتے، جہاں تک نظر جاسکتی تھی انبوہ انبوہ ہی نظر آتے تھے ایک بجے عید گاہ پہنچے اور بعد نماز ظہر حضرت مولانا مولوی شاہ محمد حامد رضا خان صاحب دامت برکاتہم نے بعد تلقین ترکیب نماز، حسب ذیل وصیت نماز جنازہ اور تکبیر سوم کے بعد ادعیہ جو معمولہ مولانا نے مرحوم تھیں، مقتدیوں کو بعد دعاء معمولی کے آہستہ آہستہ آمین کہنے کی ہدایت فرمائی۔ پھر وہاں سے اسی شان و شوکت کے ساتھ واپسی ہوئی، جنازے کے سامنے نعت خوانی و درود شریف پڑھتے ہوئے محلہ سوداگران لائے۔ اور حضرت مولانا مولوی شاہ حامد رضا خان صاحب خلف اکبر مولانا مرحوم کے مکان میں سپرد خاک کیے گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ مولانا کے انتقال نے ہندوستان کے ایک بڑے شخص کی جگہ خالی کر دی ہے جس کا پر ہونا مشکل ہے آپ ہر معاملہ میں مستقل رائے رکھتے تھے۔ حق کے مقابلہ میں آپ کسی چیز سے مرعوب نہ ہوتے تھے واقعات حاضرہ

میں آپ نے جو رائے غور و خوض کے بعد قائم کی تھی اس کو کوئی قوت بدل نہ سکی۔ یہاں تک کہ مخالفین نے آپ پر طرح طرح کے ناواجب الزام لگائے لیکن آپ اپنی رائے پر جس کو اپنے نزدیک حق سمجھتے تھے، آخر دم تک قائم رہے۔

اخبار منجر عالم، مراد آباد، انتقال پر ملال مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی

اجل لگائے ہوئے تاک ہر کسی پر ہے
بہوش باش کہ عالم روا روی پر ہے

بریلی کے ایک تار سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو انتقال کیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ حضرت مولانا مرحوم سنی حنفی علما میں ایک غیر معمولی قابلیت و لیاقت کے عالم تھے۔ جن کی تصانیف کثیرہ سے نہ فقط ہندوستان بلکہ ممالک غیر بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

صف ماتم بچھادی۔ چنانچہ مراد آباد سے مولوی نعیم الدین صاحب اور بہت سے حضرات جو آپ کے شاگردان اور مریدین ہیں فوراً بریلی روانہ ہو گئے، جن کے واپس آنے پر مفصل حالات معلوم ہوں گے کل ہی کی بات ہے کہ مولانا مرحوم کے صاحبزادہ مولوی حامد رضا خان صاحب کے نام سے ایک چٹھی جعلی اخبارات میں چھپ چکی تھی۔ جس کی فوراً تردید ہوئی تھی اور اُمید تھی کہ خدا جانے اس افترا پر دازی کا کیا گل کھلے گا کہ یکا یک یہ خبر آگئی مولانا مرحوم کے بے وقت انتقال سے قوم کو ایک غیر معمولی صدمہ و نقصان برداشت کرنا پڑا۔ کیونکہ ان کے ”دارالفتاویٰ“ سے مسلسل اشاعت دینی ہوتی رہتی تھی۔ مگر اُمید ہے کہ آپ ہی کے نقش قدم پر ان کے سچے جانشین چلیں گے اور ان مفید علمی و مذہبی اشاعتوں کا باب بند نہ ہوگا۔ آخر میں ہم مرحوم کے لیے دعاء مغفرت اور ان کے پسماندگان سے اظہارِ افسوس و ہمدردی کرتے ہیں۔

اخبار ”دبدبہ سکندری“ ریاست رامپور امام احمد رضا کے بغیر بریلی میں جشن میلاد شریف

بریلی میں جس شاندار طریقہ سے بارہویں ربیع الاول شریف کو سوداگری محلہ میں عید میلاد النبی ﷺ ہوتی تھی اس کی کیفیت ان شرکاء کے قلوب سے پوچھنا چاہیے جو اس میں شریک ہوتے رہے ہیں، ہونے کو اب بھی یہ عید ہوگئی لیکن آہ وہ ذات گرامی موجود نہیں۔ جس کو اس عید کی حقیقی خوشی ہوتی تھی وہ کون تھے۔ ”اعلیٰ حضرت مجدد مایۃ حاضرہ مولانا مولوی مفتی حاجی قاری شاہ احمد رضا خان صاحب“ خدا ہی جانتا ہے اس دن عقیدت مندوں اور عزیزوں کے دلوں پر کیا صدمہ گزرا ہوگا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو جو اس دن اہتمام کرنا ہوتا تھا وہ ایک تفصیل طلب بات ہے مختصر یہ ہے کہ آپ نہایت قابلیت سے حالات طیبات ولادت باسعادت و محمد حسنہ محمد یہ بیان فرماتے اور ہر سال کی بارہویں کو ایک نئے انداز کا بیان ہوتا تھا خدا تعالیٰ ایسی ہستی کو قرب خاص عطا فرمائے۔ جس نے اپنی زندگی کو خدمت دین متین سرکار رسالت علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے وقف کر دیا تھا اور باقیات الصالحات کو توفیق رفیق ہو کہ وہ اعلیٰ حضرت قبلہ کے مسلک حقہ پر عزم کامل کے ساتھ ثابت قدم رہیں۔

جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ اس سال کے ربیع الاول شریف کا مختصر حال ”دبدبہ سکندری“ میں طبع ہوا ہے۔ بعض باتیں بہت ہی کارآمد ہیں اس لیے ان کو اس جگہ نقل کر دینا مناسب جانتا ہوں۔ دوازدہم ربیع الاول شریف کو حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کریمہ حضرت شاہزادہ عالی وقار مولانا حامد رضا خان صاحب نے ادا فرمائی اور مسند ارشاد پر جلوہ گر ہوئے۔ خدام بارگاہ کو مرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جمال حضرت شاہزادہ اعظم کے روئے مبارک میں نظر آ رہا تھا، ابتدائے بیان اس آیت کریمہ سے فرمائی وما الحیوة الدنیا الا لہو ولعب وان الدار الآخرة لہی الحیوان لو کانوا

یعلمون بیان پاک میں حضرت مدظلہم العالی نے حیات دنیا کی بے ثباتی حیات آخرت کی بقا، حضرات اولیاء کرام کے حالات تصوف کے نکات، حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ وصال شریف وغیرہ نہایت خوبی و وضاحت سے ارشاد فرمائے۔ نیز حضور کا وہ ارشاد پاک یاد دلایا۔ جو عرس شریف میں ۲۷ محرم الحرام کو ارشاد فرمایا تھا کہ ”پیارے بھائیو تم مصطفیٰ ﷺ کی بھولی بھیڑیں ہو، تمہارے چاروں طرف بھیڑیے تمہاری تاک میں ہیں، ان سے دور بھاگو، غیر مقلد، شیعہ، نیچری، قادیانی، چکڑالوی اب ”نیا فتنہ گاندھوی“ ہے یہ سب بھیڑیے ہیں۔ ان کے حملے سے اپنا ایمان بچاؤ، اللہ توفیق دے آمین و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و سراج افقہ و قاسم رزقہ و نور عرشہ و علی آلہ و صحبہ و ابنہ و حزبہ و مجدد ملتہ و وارث علومہ الفانی فیہ و الباقی بہ و علینا و بارک وسلم

فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ جامع حالات، نے سیکڑوں ملکی اخبارات و رسائل کو دیکھا ہے جس میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی وفات حسرت آیات پر اظہار ملال کے طور پر ادا ریے، شددے اور مقالے لکھے گئے۔ مگر ہم تمام کو ضبط تحریر میں لائیں تو ایک دفتر تیار ہو جائے۔ اسی طرح آپ کی وفات پر دنیا بھر سے جو خطوط موصول ہوئے تھے وہ ایک علیحدہ کتاب کے متقاضی ہیں۔

الحضرت علیہ الرحمۃ کے وصال پر معاصر شعرا

کے قصائد و مناقب (۱)

جناب غشی ہدایت یار خان صاحب، قیس بریلوی، صدر جماعت رضائے مصطفیٰ

کوئی سپنے میں درس دکھا کے سکھی جیارا مورا ترپاوت ہے
 موری رین کنت ہے ترپ ترپ، موری نین، نیند نہ آوت ہے
 برہا کی آگ لگی تن میں، جیارا مورا کلپاوت ہے
 کوئی من موہن میں برلینوتس دن سے چین نہ آوت ہے
 اوڑ جا پھیا اونچی اڑیاں کا ہے شور مچاوت ہے
 من برہا کی آپ ہی ماری کا ہے موکو ستاوت ہے
 بالم تم ہو اونچی اڑیاں ہم چریاں کھا میں لڑکیاں
 بہیان پکڑ لو پیتاں پڑوں میں تم بن چین نہ آوت ہے
 پتیم اپنے دیس سدھارے جگ کو سونا کر پیارے
 مورے کلیجہ ہوک اٹھت ہے جب تمری یاد آوت ہے
 سکھیاں اپنی اپنی کنور سے اپنی اپنی کہت سناوت
 اپنی پیت میں کا سے کہوں جیارا مورا للچاوت ہے
 پتیم کل کل موے تیں بن پل بھر کل نہ پرت
 ہر روز دلا سے دے دے کر موری ٹوٹی آس بندھاوت ہے

بالم نیچو گھونگھٹ کھینچو نیناں ترس گئے درشن کو
 کیوں ری سکھی میں کیسے مناؤں پی تو روٹھو جاوت ہے
 قادری رنگت رنگ برنگی ستھری رضوی مکھ پر نکھری
 برکاتی رینی میں رچکر اور ہی رنگ رچاوت ہے
 اعلحضرت سگرے بابجے دنیا وا کو مجدد جانے
 ناؤ ضیاء الدین احمد ہے جگت امام کہاوت ہے
 رین اندھیری، دور نگریا، ندیا گہری، نیا بالے
 ایسی کٹھن میں رب کی دیا سے، بیڑا پار لگاوت ہے
 داتا ایسی بھتجا و بکجو، جو بھرپور ہو دو وجگ کو
 قیس بھکاری تورے آگے، اب جھولی پھیلاوت ہے

مولانا محبت الرضا حافظ علی خان صاحب قادری رضوی لکھنؤی

غوث اعظم کا پیارا ہمارا رضا
 رضویوں کا ہے مولا! ہمارا رضا
 قادریوں کا دولہا! ہمارا رضا
 ایسا مرشد ہے اعلیٰ ہمارا رضا
 ہند میں ہے، وہ یکتا! ہمارا رضا
 ہے مدد کرنے والا! ہمارا رضا
 ہے اس اچھے کا اچھا! ہمارا رضا
 ہے مدد کرنے والا! ہمارا رضا

مصطفیٰ کا دلآرا ہمارا رضا
 اپنے مرشد کا پیارا ہمارا رضا
 قادریت کا سہرا، رہا جس کے سر
 علمائے حرم جن سے بیعت ہوئے
 نظر آتا نہیں اب کوئی ہند میں
 رضویوں کو نہیں غم ذرا حشر میں
 جس کو سب اچھے کہتے ہیں، اچھے میاں
 غم نہیں حشر سے مجھ کو کچھ اے محبت

جناب مولانا محمود الحسن صاحب الوری المختلص بہ ضیا اود پیور

از گروہِ اولیاء احمد رضا
 حامل علم خدا و مصطفیٰ
 از علوم حضرت خیر الوری
 از فیوض دین اصحاب رسول
 حضرت محبوب سبحان دستگیر
 باعث فخر حنفیہ کشتہ!
 از میاں نوری تو نوری کشتہ!
 اے محی ملت اے سبحان زماں!
 عامل سنت نبی محترم
 در تمامی علم و فن فاضل بدی!
 ”کنت کنزاً مخفياً“ راز از دان
 در علوم دینیہ سر آمدی!
 اے مقرب بارگاہ کبریا
 معدن جود و عطا مہر و کرم
 قادریاں تو بعدی سرورا
 اہل سنت والجماعت را توئی
 ہر کہ تابع گشت بر فرمان تو
 لیک آں سرچشمہ فیض و عطا
 تاجدار اتقیا، احمد رضا
 مخزن و بحر ہدی، احمد رضا
 بود قلبت پر ضیا، احمد رضا
 بہرہ ہم حاصل ترا، احمد رضا
 درد فیض خود، ترا احمد رضا
 فخر اسلام ہدی، احمد رضا
 با خدا یا سرور، احمد رضا
 دیگرے ملت کجا، احمد رضا
 بعد ذاتت یا شہا، احمد رضا
 مرجبا صد مرجبا، احمد رضا
 واقف رازِ خدا، احمد رضا
 اہل حق را پیشوا، احمد رضا
 سالک راہِ خدا، احمد رضا
 مصدرِ حلم و حیا، احمد رضا
 باعث عز و علا، احمد رضا
 منہج راہِ صفا، احمد رضا
 گشت آں تابع خدا، احمد رضا
 باعث رشد و ہدی، احمد رضا

شد ازیں دنیا جدا، احمد رضا
نیز مقبولِ خدا، احمد رضا
راہی راہِ رضا، احمد رضا
بر وجودِ سعدزا، احمد رضا
فخر حاصل ایں مرا، احمد رضا

وادرِیغا حسرتا وا حسرتا
جنت الفردوس شد او را مقام
با خدا بر ذاتِ آں خاک جنان
رحمت باشد بر و لطف و کرم
از غلامانت شدہ بیکس ”ضیا“

(ولہ)

رہبر صدق و صفا احمد رضا
حامی حکمِ خدا، احمد رضا
تھے تمہیں شمس الضحیٰ، احمد رضا
تھے سراپا مرتضیٰ، احمد رضا
پوری تم میں تھی ضیا، احمد رضا
فیض تم کو تھا ملا، احمد رضا
تھے تمہیں بدر الدجی، احمد رضا
صاحبِ جود و عطا، احمد رضا
ہادی راہِ خدا، احمد رضا
دی فرشتے نے ندا، احمد رضا
اور محبوبِ خدا، احمد رضا
میرے حق میں ہو دعا، احمد رضا
جملہ آفت سے سدا احمد رضا

اہل حق کے پیشوا احمد رضا
ماحی کفر و دجل بطلان و زلیغ
آسمانِ معرفت اور علم کے
مصطفائی فیض تم میں تھا بھرا
حضرتِ صدیق اور فاروق کی
محزونِ اسرار یزداں غوث سے
اس زمانہ تیرہ و تاریک میں
قادری اور سنیوں کے واسطے
غرض عالم کے لیے تھے بے شبہ
جستجو میں نے جو کی تاریخ کی
تم تھے ”مرغوبِ محمد“ بالیقین
التجا مسکین ”ضیا“ کی ہو قبول
کہ خدا مجھ کو بچائے دہر میں

مولوی ابوالاشرف حافظ محبوب علی خان، سنی، حنفی، قادری، رضوی لکھنوی

پلایا ہے خدا نے مجھ کو جام احمد رضا خاں کا
 ہمارا کعبہ دل ہے مقام احمد رضا خاں کا
 ہوا حوروں میں غل وہ نائب غوث الوریٰ آیا
 ذرا جنت میں دیکھو، احترام احمد رضا خاں کا
 جناب غوث اعظم کا ہے سایہ اہل سنت پر
 غلام غوث اعظم ہے غلام احمد رضا خاں کا
 شبیہ احمد رضا خاں کی مری آنکھوں میں پھرتی ہے
 میرے سینہ میں جلوہ گر ہے نام احمد رضا خاں کا
 حقیقت ایک ہے دونوں کا انداز سخن دیکھو
 بیان حضرت حامد، کلام احمد رضا خاں کا
 جناب غوث اعظم کا ہے جلوہ ان کے چہرے پر
 اسی سے قادری لیتے ہیں نام، احمد رضا خاں کا
 لگا ہے قادری میلہ کھڑے ہیں سامنے منگتے
 مرادیں دے رہا ہے جو دوام احمد رضا خاں کا
 نہ آکے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے
 ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاں کا
 مہ و خورشید حیراں ہیں پتا اب تک نہیں چلتا
 کہ ہے کس چرخ پر ماہ تمام احمد رضا خاں کا

شفا بیمار پاتے ہیں، مسیحائی کا ہے جلوہ
 ہے زندہ کر رہا مردے خرام احمد رضا خاں کا
 ”وہابی گاندھیویہ“ اب خیر مانگیں اپنی جانوں کی
 کہ تیغہ ہو رہا ہے بے نیام احمد رضا خاں کا
 لیا جب ہم نے نام ان کا تو دشمن پر چلی سیفی
 ہمارے پاس رہتا ہے کلام، احمد رضا خاں کا
 بفضل اللہ شیطان لے نہیں سکتا میرا ایماں
 کہ میں تو ہوں محبت دل سے غلام، احمد رضا خاں کا

(ولہ)

جناب نائب غوث الوری، سلام علیک
 تو عرض کرنا میرا بھی صباء سلام علیک
 تو ان کا حامی ہے احمد رضا، سلام علیک
 چھپا لے ہم کو تو زیرِ ردا، سلام علیک
 تو کعبہ والوں نے دیکھا شہا، سلام علیک
 یہ جانشین تیرے حامد رضا، سلام علیک
 یہ ہاتھ ہے تیرا دستِ عطا، سلام علیک
 تیرا ہے نائب غوث الوری، سلام علیک
 تیرے جمال کے ہیں آئینہ، سلام علیک
 کہ وقت مرگ ہو لب پر رضا، سلام علیک

امامِ برحق احمد رضا سلام علیک
 کبھی جو تیرا گزر ہو رضا کے روضے پر
 غلام تیرے جو ہیں آپ کو ہے نہیں کچھ غم
 ستائے حشر میں گر مہر کی تپش ہم کو
 جو نجدیوں نے نہ دیکھا تیرا جمال و کمال
 رہیں یہ دائم و قائم غلاموں کے سر پر
 غلام جو ہوا ان کا وہ بندہ ہے تیرا
 یہ ہاتھ ان کا تیرے دستِ جود کا نائب
 تیرا ہی جلوہ ہے ”حامد رضا“ کے چہرے میں
 دعا ”محبت“ کی ہے یارب رضائے احمد سے

جناب عنایت احمد خان صاحب غوری قادری رضوی قیصر فیروزی

چہچہازن ہیں ہر اک سو عندلیبانِ رضا
ضوِ گلن ہے چار سو رخسارِ تابانِ رضا
صدقے جائیں اللہ اللہ شانِ ایوانِ رضا
جھومتے ہیں بادۂ عرفاں سے مستانِ رضا
وہ پرانا باغ ہے، یہ حسنِ بستانِ رضا
باغِ رضوان درحقیقت ہے گلستانِ رضا
ترجمہ قرآن کا ہے صاف دیوانِ رضا
سنت خیر الوریٰ ہو جب کہ ایمانِ رضا
کس قدر پھولا پھلا عالم میں بستانِ رضا
لہلہائے تا ابد، نخلِ گلستانِ رضا
واقعی ہے نورِ حق شمعِ شبتانِ رضا
ہیں گل و لالہ و ریشاں باغِ دبستانِ رضا
اپنے اپنے ہاتھ سے تھامے ہیں، دامانِ رضا
چشمِ بد دور آپ ہی ہیں زیبِ دیوانِ رضا
آپ ہی سے لیتے ہیں، تسکینِ جویانِ رضا
”قیصر رضوی“ تو ہی ہے، آج حسانِ رضا

کیا بہارِ باغِ عالم ہے گلستاںِ رضا
دیکھتے ہی میں نے پہچانا مہ و خورشید کو
سجدہ گاہِ اہل عرفان حق تعالیٰ نے کیا
بے پیے سرشار ہیں مے کی ضرورت ہی نہیں
آپ کے روضہ سے نسبتِ روضۂ رضواں کو کیا
اللہ اللہ اس کی بو سے دونوں عالم بس گئے
ہے زبانِ ریختہ میں حق تعالیٰ کا کلام
حضرت خیر الوریٰ کا سر پر سایہ کیوں نہ ہو
فیضِ غوثِ پاک کا اپنے کرشمہ دیکھیے
بوستانِ قادریت، یا خدا پھولے پھلے!
مہر و مہ کو رخ اٹھاتے شرم آتی ہے یہاں
مصطفیٰ، برہان، وحشمت، حضرت عبدالسلام
حضرت مختار، و حسین اور مولانا نعیم
مرشدی مولائی قبلہ حضرت ”حامد رضا“
دیکھتے ہیں چشمِ حسرت سے شبیہِ پاک کو
منقبت سن کر مری کہتے ہیں اربابِ سخن

جناب حاجی قاسم حسین خان صاحب ہاشمی مصطفائی مداح الحبيب

مصطفیٰ کے پالے ہیں احمد رضا
دونوں جگ کے جیالے ہیں احمد رضا
ایسے رنگت والے ہیں احمد رضا
گودیوں کے پالے ہیں احمد رضا
ہاں وہ اللہ والے ہیں احمد رضا
جیسے رحمت والے ہیں احمد رضا
کیسے عظمت والے ہیں احمد رضا
لب پہ آہ و نالے ہیں احمد رضا
زندگی کے لالے ہیں احمد رضا
سر پہ دامن ڈالے ہیں احمد رضا

غوث، اعظم والے ہیں احمد رضا
اللہ اللہ شانِ اقدس سے تیری
ہے تصور میں جمالِ مصطفیٰ
اللہ اللہ مصطفیٰ و غوث کی
بد دعا جس نے عدو کو بھی نہ دی
اہل سنت کے دنوں کو ہے خبر
حشر میں تجھ کو دکھا دیں گے عدو
لو خبر محشر کے غم نے کھا لیا
جاں لبوں پر آگئی فریاد ہے
خوش ہو قاسم دونوں عالم میں تیرے

(ولہ)

اے رضا، بارِ شریعت آپ سے گلزار ہے
اے رضا جو چشمِ رحمت ہو تو بیڑا پار ہے
اے رضا نقصان پہنچانا تجھے دشوار ہے
دیجیے سرکار خادمِ مفلس و نادار ہے
خادمِ در کو، تمہاری، زندگی دشوار ہے
دو جہاں میں آپ کا دشمن ذلیل و خوار ہے

فیض پاتا ہے جہاں وہ آپ کی سرکار ہے
مجھ سے بیکس کا نہیں کوئی بھی اب غمخوار ہے
مصطفیٰ حامی ہیں تیرے غوث ہے امداد پر
در پہ تیرے اڑ گیا ہے لے کے جائے گا ضرور
ہو کرم اب رنج و غم نے ناک میں دم کر دیا
جو پھر اتم سے میرے مولا ضلالت میں پھنسا

کیا کرے سرکار خادم مفلس و نادار ہے
مصطفیٰ ناراض ہیں اس سے خدا بیزار ہے
میرے مولیٰ آپ کی سیدھی نظر درکار ہے
اے ”رضا سچا“ ہے تو سچی تیری سرکار ہے
دیکھیے سرکار قاسم حاضر دربار ہے

پھول سونے کے بنانا یہ پنچھاور کے لیے
دشمن احمد رضا خان کا ٹھکانا ہے کہاں
میرا بیڑا پار ہو ہی جائے گا روزِ شمار
تیرا دشمن جو ہوا دنیا میں رسوا ہو گیا
وہ گھڑی آئے مبارکباد دیں یہ اولیاء

(ولہ)

علماء مدنی پڑھتے ہیں کلمہ تیرا
دیکھ دشمن یہیں منہ ہو گیا کالا تیرا
ہو گیا آج کے دن جو کوئی بندہ تیرا
میرے آقا میرے مولیٰ وہ ہے رتبہ تیرا
ہفت کشور میں بجا کرتا ہے ڈنکا تیرا
حشر کے روز کیا جائے گا بدلا تیرا
مصطفیٰ وہی پیارا ہے جو پیارا تیرا
خلق دیکھے گی ان آنکھوں سے تماشا تیرا
غوثِ اعظم کا ہے باندھا ہوا سہرا تیرا
ناز قاسم کو ہے اس پر کہ ہے بندہ تیرا

علمیت وہ ہے کہ قائل ہے زمانہ تیرا
دودھ کا دودھ رہا پانی کا پانی ہی ہوا
مل گئی اس کو اسی وقت نجاتِ کونین
جو پھرا تجھ سے اس سے پھرا خدا اور رسول
تو وہ عالم ہے نہیں جس کی زمانہ میں نظیر
بے ادب ہے جو تیری شان میں پائے گا سزا
ان کا دشمن ہے وہی تجھ سے عداوت ہے جسے
حشر کے دن وہ دیا جائے گا رتبہ تجھ کو
کس میں طاقت ہے اتارے تیرے سر سے اس کو
تیرے صدقے میں ملا کرتی ہے منہ مانگی مراد

(ولہ)

کہ بجتا ہے ہر سمت ڈنکا تمہارا
سفر سے ہے آزاد بندہ تمہارا
کھلے گا قیامت میں پردا تمہارا
رضا ہو گیا بول بالا تمہارا
ہے ایمان والوں میں شہرا تمہارا
یہاں پر بھی ہے دور دور تمہارا
عدو دیکھ کر ایسا رتبہ تمہارا
یہ احمد رضا خان ہے حصہ تمہارا
مدینے میں تھا دور دورا تمہارا
شب و روز پاتا ہے صدقہ تمہارا

وہ رتبہ ہے اے میرے مولیٰ تمہارا
اسے ہر جگہ ہے سہارا تمہارا
یہ کہہ دے کوئی منکرانِ نبی سے
عدو نے تمہارے یہیں منہ کی کھائی
مبارک سلامت کی دھو میں ہیں ہر سو
جلیں دیکھ کر یہ قیامت میں دشمن
جلا کرتے ہیں اور جلتے رہیں گے
جو جیسا ہوا اس کے منہ پر سنایا
گئے جب زیارت کو تم مصطفیٰ کی
نہ مداح کیونکر تمہارا ہو قاسم

(ولہ)

جگمگا اٹھا جہاں احمد رضا خاں قادری
خسر و والا نشان احمد رضا خاں قادری
رہبر ہندوستان، احمد رضا خاں قادری
آپ کے اچھے میاں احمد رضا خاں قادری
بند کردی ہے زبان احمد رضا خاں قادری
ہم بھی دیکھیں ہیں کہاں؟ احمد رضا خاں قادری
قاسم بیکس کی جاں احمد رضا خاں قادری

جب ہوئے جلوہ کناح احمد رضا خاں قادری
اہل سنت کی تواں احمد رضا خاں قادری
ہم غلاموں کے سروں پر آپ کا سایہ رہے
کیوں شریعت میں نہ یکتا ہوں کہ کس پلہ کے ہیں
جانشین مصطفیٰ ہو دشمن اسلام کا
ہر طرف یہ کہہ رہے ہیں اہل ایمان شوق میں
یا الہی تا قیامت دہر میں زندہ رہیں

از نتیجہ فکر عالی جناب نواب وزیر احمد خاں صاحب قادری نوری رضوی
تلمیذاً علی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اب اس دعا کی آڑ میں لکھنا ہے تاریخ وفات
تاریخ کا جو شعر ہو، مطلع بھی ہو، مقطع بھی ہو
مطلب یہ ہے وہ بات کہیے جس سے نکلے کوئی بات
حافظ کو مصرع غیب سے تاریخی آیا ہے یہ بات
”مال و بنون و دودمان الباقیات الصالحات“

۱۳۴۰ھ